الجامعة المحمدية

كلية اللغة العربية والدراسات الإسلامية

آپ کی آواز، آپ کا رہنما

طلبہ کلیہ کا دینی، ادبی، علمی، اور تحقیقی ماہنامہ

مجلة النادي المحمدى



شمارہ نمبر: 1

جلد نمبر: 1

فروری 2025

شائع کردہ

شعبہ النادی المحمدی کلیة اللغة العربية و الدراسات الإسلامية الجامعة المحمدية

جامعہ محمدیہ منصورہ پوسٹ باکس نمبر۔ 144 مالیگاؤں۔ 423203 ضلع ناسک، مہاراشٹرا، الهند

آپ کی آواز، آپ کا رہنما

طلبہ کلیہ کا دینی، ادبی، علمی، اور تحقیقی ماہنامہ

مَجَلَّة النَّادِي الْمُحَمَّدِي

شمارہ نمبر: 1 جلد نمبر 1 فروری2025

شائع کردہ

کلیۃ اللغۃ العربیۃ والدراسات الاسلامیہ جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں

جامعہ محمدیہ منصورہ پوسٹ باکس نمبر۔144 مالیگاؤں۔423203، ضلع ناسک، مہاراشٹرا، الھند

فہرست موضوعات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرف آغاز

ڈاکٹر خورشید اشرف اقبال

سب سے پہلے ہر طرح کی حمد و ثنا اور تسبیح و تمجید اس وحدہ لا شریک کے لئے ہے، جس نے نہ صرف ہمیں پیدا کیا، بلکہ اس کائنات کی عظیم ترین ہستی حضرت محمد ﷺ کی امت کا ایک فرد بنا کر اسلام جیسے اعلی و افضل اور کامل و مکمل دین سے بہرہ ور کیا۔

یہ ہمارے لیے نہایت خوشی اور مسرت کا لمحہ ہے کہ شریعہ کالج کے طلبہ کی میگزین کا پہلا شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہے، یہ میگزین نہ صرف طلبہ کے تخلیقی خیالات، علمی کاوشوں اور فکری جستجو کا آئینہ دار ہے، بلکہ ان کی شخصیت سازی، کردار کی تعمیر، علم کے فروغ اور معاشرتی شعور کی بیداری میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

اس میگزین کی خاصیت یہ ہے کہ یہ طلبہ کی تحریروں اور مضامین کے ذریعے نہ صرف ان کی تخلیقی صلاحیتوں کو ابھارتا ہے بلکہ ان کے خیالات و جذبات کو آزادانہ طور پر پیش کر کے ان میں تحقیق و تدبر اور علمی شعور کو بھی مہمیز کرتا ہے۔ ہمارا مقصد اس میگزین کے ذریعے طلبہ کو ایسا پلیٹ فارم مہیا کرنا ہے جہاں وہ اپنے خیالات، صلاحیتوں اور افکار و نظریات کو پیش کر سکیں اور مثبت راہوں پر گامزن ہو سکیں، اور ہمیں یقین ہے کہ نوجوان نسل میں تخلیقی صلاحیتیں بیدار کرنا اور انہیں مثبت راہوں پر گامزن کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے، تاکہ نوجوان ایک مضبوط اور پائیدار معاشرے کے معمار بن سکیں۔

محترم قارئین: تعلیمی ادارے نہ صرف علم کے مراکز ہوتے ہیں بلکہ کردار سازی، شعور کی بیداری اور سماجی ترقی کا ذریعہ بھی ہوتے ہیں۔

الحمد للہ شریعہ کالج تعلیمی اداروں میں ایک منفرد اور نمایاں مقام رکھتا ہے، جو ہمیشہ علم شریعت، ادب و بلاغت اور دینی و اخلاقی اقدار کے فروغ اور احیا کے لیے کوشاں رہا ہے، شریعہ کالج کا کردار ایک تعلیمی ادارے سے بڑھ کر ہے؛ یہ ایک ایسا ادارہ ہے جو علم، دین، اخلاق اور سماجی خدمت کے امتزاج سے طلبہ کی زندگی کو سنوارتا ہے، یہ ادارہ اپنے طلبہ کو نہ

صرف علمی و دینی میدان میں کامیابی کی راہیں دکھاتا ہے، بلکہ انہیں ایک بہترین انسان اور مثالی مسلمان بنانے کی جدوجہد بھی کرتا ہے، تاکہ وہ ایک معلم اور رہبر بن کر نہ صرف لوگوں میں دین اسلام کی صحیح تصویر پیش کریں، بلکہ معاشرے کو علمی، اخلاقی، اور روحانی ترقی کی راہوں پر گامزن کر کے ایک روشن، متوازن، اور پُرامن معاشرے کی تعمیر میں اہم کردار ادا کریں۔

یہ میگزین ایک ایسی کاوش ہے جو علم، اخلاق اور دین کے حسین امتزاج کو فروغ دینے کے لیے وقف ہے۔ موجودہ دور میں، جہاں مختلف فکری چیلنجز اور معاشرتی مسائل نے نوجوان نسل کو متاثر کیا ہے، وہاں علم اور دین کے ذریعے ایک متوازن اور پُرامن معاشرہ قائم کرنے کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ محسوس ہوتی ہے، بنابریں یہ میگزین طلبہ، اساتذہ اور سرپرستوں کے لیے ایک ایسی رہنمائی فراہم کرتا ہے جو انہیں دین اسلام کی روشنی میں تعلیمی میدان میں آگے بڑھنے اور اپنی زندگی کو کامیاب بنانے کی ترغیب دیتا ہے

ہمارا مقصد صرف معلومات فراہم کرنا نہیں بلکہ قاری کی شخصیت سازی، دینی شعور کی بیداری اور اس کے اندر مخفی صلاحیتوں کو ابھارنا ہے، ہمیں یقین ہے کہ یہ میگزین آپ کو نہ صرف علمی و فکری غذا فراہم کرے گا بلکہ آپ کے دل و دماغ کو مثبت راہوں پر گامزن کرنے میں مددگار ثابت ہوگا۔

ہم تہہ دل سے ان تمام طلبہ، اساتذہ، اور ذمہ داران کے شکر گزار ہیں جنہوں نے اپنی محنت، لگن اور دلچسپی سے اس میگزین کی تیاری میں حصہ لے کر اسے ممکن بنایا۔

یہ میگزین صرف ایک شروعات ہے؛ ہمیں امید ہے کہ آپ کے تعاون اور حوصلہ افزائی سے ہم اس پلیٹ فارم کو مزید ترقی دیں گے، آپ کی آراء اور تجاویز ہمارے لیے قیمتی ہیں اور مستقبل میں اس میگزین کو مزید بہتر بنانے میں ان شاء اللہ مددگار ثابت ہوں گی۔

آیئے، مل کر ایک روشن مستقبل کی بنیاد رکھیں، جہاں علم، تہذیب اور کردار سازی کے اصولوں پر مبنی ایک مثالی معاشرہ تشکیل دیا جاسکے۔

و أخيرا أحمد الله الذي بنعمته تتم الصالحات وتكمل المكرمات، و أسأله سبحانه التوفيق و السداد ، و صلى الله على نبينا محمد و على آله و صحبه و سلم.

درس قرآن

محمد نسیم (سادس)

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:" وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَما هُمْ بِمُؤْمِنِينَ (٨) يُخادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَما يَخْدَعُونَ إِلاَّ أَنْفُسَهُمْ وَما يَشْعُرُونَ (٩)

ترجمہ: بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالی پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں لیکن در حقیقت وہ ایمان والے نہیں ہیں وہ اللہ تعالی کو اور ایمان والوں کو دھوکہ دیتے ہیں لیکن دراصل وہ خود اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں مگر سمجھتے نہیں۔

یہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۸ اور ۹ ہے اور یہ سورۃ مدنی دور کی ابتدائی سورتوں میں سے ہے. اس سورت میں اللہ تبارک وتعالی نے خالص مومنین اور خالص کفار کا تذکرہ کرنے کے بعد ۱۳ آیتوں کے اندر منافقین کا تذکرہ کیا کیونکہ یہ تیسرا فرقہ تھا جو بظاہر مسلمان لگتا تھا لیکن باطنی طور پر کفار کے ساتھ تھا.

نفاق کسے کہتے ہیں؟

ابن کثیر رحمہ اللہ نے نفاق کی تعریف کرتے ہوئے کہا: هو"إظهار الخير و إسرار الشر"یعنی خیر کو ظاہر کرنا اور شر کو دلوں میں چھپائے رکھنا نفاق کہلاتا ہے۔

ابن سعد کہتے ہیں کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے نفاق کے تعلق سے سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا:"أن يتكلم بالإسلام ولا يعمل به".

زبان سے اسلام کا دعوی کرنا اور اس کے مطابق عمل نہ کرنا نفاق ہے۔

نفاق کی دو قسمیں ہیں: ۱-نفاق اعتقادی
۲-نفاق عملی۔

نفاق اعتقادی نفاق اکبر ہے اور اس کا مرتکب اظہار اسلام تو کرتا ہے لیکن دل میں کفر ہوتا ہے لہذا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

نفاق عملی میں دل میں ایمان کے ساتھ ساتھ منافقوں والا کوئی عمل انجام دیتا ہے اور یہ نفاق دائرہ اسلام سے تو خارج نہیں کرتا ہے لیکن نفاق اکبر کا سبب بن سکتا ہے۔

شیخ سعدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے سے پہلے نفاق

تھاہی نہیں بلکہ معاملہ منافقوں کے برعکس تھا کیونکہ کچھ مسلمان ایسے تھے جو مجبوری میں کفر کو ظاہر کرتے تھے لیکن ان کے دلوں میں سچا ایمان تھا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے گئے تو اوس اور خزرج کے بہت سارے لوگ مسلمان ہو گئے اور کچھ یہودیوں نے بھی اسلام قبول کیا اور جب تک مسلمانوں کا رعب و دبدبہ نہیں تھا منافقین نظر نہیں آئے پھر جیسے ہی غزوہ بدر واقع ہوا اور اسلام کو اللہ تعالی نے غلبہ عطا کیا ویسے ہی عبداللہ ابن أبي اور اس کے متبعین اپنے اپنے بلوں سے باہر آگئے اور اپنے جان و مال کی حفاظت دنیاوی مصلحت اور مومنوں کو دھوکہ دینے کی خاطر قبول اسلام کا اعلان کردیا اور دلوں میں کفر چھپائے رکھا۔

لہذا ان کی خدیعت و نفاقت اور ضلالت و عداوت سے مسلمانوں کو آگاہ کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالی نے کہا:

" وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَما هُمْ بِمُؤْمِنِينَ (٨) يُخادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَما يَخْدَعُونَ إِلاَّ أَنْفُسَهُمْ وَما يَشْعُرُونَ (٩) "

بعض لوگ اللہ اور یوم اخرت پر ایمان رکھنے کا دعوی تو کرتے ہیں حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں۔

اسی طرح ان کی نفاقت کو مزید واضح کرتے ہوئے اللہ تعالی نے کہا: إِذَا جَآءَكَ ٱلْمُنَٰفِقُونَ قَالُوا۟ نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ ٱللَّهِ ۗ وَٱللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُۥ وَٱللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ ٱلْمُنَٰفِقِينَ لَكَٰذِبُونَ ﴿١﴾

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: "ومن الناس" سے مراد اوس و خزرج کے منافقین اور ان کے متبعین ہیں اور یہی تفسیر ابو العالیہ، حسن بصری اور قتادہ رحمہم اللہ نے کی ہے۔

آگے اللہ رب العالمین نے کہا: يُخادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَما يَخْدَعُونَ إِلاَّ أَنْفُسَهُمْ وَما يَشْعُرُونَ. (٩)

اس آیت کی تفسیر میں ابن عثیمین اور دیگر مفسرین کرام نے کہا کہ دھوکہ دینے والا یا تو اپنے مکر وفریب میں کامیاب ہو جاتا ہے یا دھوکہ دینے والے کو کچھ نقصان ضرور ہوتا ہے لیکن یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ دھوکہ اس کو دیا جاتا ہے جو باطن کو نہیں جانتا اور اللہ تعالی علیم بذات الصدور وعلی کل شيء قدیر ہے۔

دور حاضر میں نفاق کی دونوں قسمیں پائی جاتی ہیں

نفاق اعتقادی بھی اور نفاق عملی بھی۔

اعتقادی نفاق جیسے رسول کو جھٹلانا جنت و جہنم کو جھٹلانا انکار حدیث کا مرتکب ہونا، کتاب و سنت وغیرہ کا مذاق اڑانا۔

عملی نفاق جیسے جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی کرنا ، مسلمانوں کو گالی گلوچ کرنا وغیرہ۔

جب نفاق کی دونوں صورتیں خطرناک ہیں تو ہمیں تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے بچنا ہے اور ایمان ویسے ہی لانا ہے جیسے اللہ کو مطلوب ہے اللہ نے کہا: " فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا "(البقرة:١٣٧)

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نفاق جیسے قبیح عمل سے بچائے آمین۔

"دل کی اصلاح دو چیزوں پر منحصر ہے: اللہ کی کتاب کی تلاوت اور اللہ کی یاد۔ یہ دل کی بیماریوں کا علاج ہے۔"

ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ

دل کو اللہ کی محبت کے ساتھ زندہ رکھو، کیونکہ جو دل اللہ کی محبت سے خالی ہو، وہ ویران گھر کی مانند ہے۔ اللہ کی یاد دل کی زندگی ہے اور اس کے بغیر دل گناہوں اور دنیا کی محبت سے بیمار ہو جاتا ہے۔ جب انسان اپنے دل کو اللہ سے وابستہ رکھتا ہے تو دنیا کے غم اور مشکلات اس کے لیے ہلکی ہو جاتے ہیں، اور وہ سکون اور اطمینان کی دولت پاتا ہے۔"

ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ

"صبر اور شکر ایمان کے دو پروں کی مانند ہیں۔ صبر کے بغیر انسان مشکلات کے سامنے بے بس ہو جاتا ہے، اور شکر کے بغیر انسان اللہ کی نعمتوں کا کفران کرتا ہے۔ مومن وہ ہے جو ہر حالت میں صبر اور شکر کو اپنا شعار بنائے رکھے، کیونکہ یہ دونوں اللہ کے قریب کرنے والے بہترین اعمال ہیں۔"

ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ

درس حدیث

صاحب علی مقیم علی (کلیہ سنہ اولی)

اسلام نے معاشرتی اور سماجی زندگی میں عورت کو عزت و وقار کے ساتھ مختلف حقوق عطا کیے ہیں۔ ان حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ اگر وہ اللہ کی عبادت اور روحانی ترقی کے لیے مسجد میں جانا چاہے تو اس کو اس عمل سے روکا نہ جائے، بشرطیکہ شرعی حدود کا خیال رکھا جائے۔ زیر نظر حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے لیے مسجد جانے کی اجازت کا اصول بیان فرمایا ہے

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :« إِذَا اسْتَأْذَنَتْ أَحَدَكُمُ امْرَأَتُهُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يَمْنَعْهَا .»

قَالَ : فَقَالَ بِلَالُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : وَاللَّهِ لَنَمْنَعُهُنَّ . قَالَ : فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ فَسَبَّهُ سَبّاً سَيِّئاً مَا سَمِعْتُهُ سَبَّهُ مِثْلَهُ قَطُّ، وَقَالَ : أُخْبِرُكَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَتَقُولُ : وَاللَّهِ لَنَمْنَعُهُنَّ ؟!». متفق عليه

وَفِي لَفْظ : «لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللَّهِ مَسَاجِدَ اللَّهِ»

ترجمہ : سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کی بیوی مسجد میں جانے کے لیے اس سے اجازت طلب کرے تو وہ اسے منع نہ کرے۔ راوی کہتے ہیں کہ بلال بن عبد اللہ نے کہا: اللہ کی قسم ! ہم تو انھیں ضرور روکیں گے تو عبد اللہ ان پر برس پڑے اور انھیں بہت ہی زیادہ برا بھلا کہا، میں نے اس جیسا آپ کو کبھی کسی کو برا بھلا کہتے نہیں سنا تھا، اور پھر فرمایا: میں تجھے رسول اللہ ﷺ کی بات بتلا رہا ہوں اور تو کہہ رہا ہے کہ اللہ کی قسم ! ہم انھیں ضرور روکیں گے ؟!

ایک روایت میں ہے تم اللہ کی باندیوں کو مسجدوں (میں جانے) سے نہ روکو۔

حدیث کا موضوع

مسجد میں جماعت اور دیگر دینی امور کے لیے عورت کو جانے سے روکنے کے حکم کا بیان۔

مجموعی وضاحت

نماز باجماعت کا حکم اصل میں مردوں کے لئے ہے، کیونکہ وہ گھر سے باہر نکلنے میں کوئی دشواری محسوس نہیں کرتے، لیکن اگر فتنے کا خوف نہ ہو تو خواتین کے لیے بھی مسجد میں آنا جائز ہے۔ اس حدیث میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان

کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو منع فرمایا کہ اگر خواتین مسجد جانے کی اجازت طلب کریں تو انہیں منع نہ کریں، کیونکہ وہ اللہ کی بندی ہیں اور اللہ کی عبادت کی جگہ (یعنی مساجد) میں عبادت کے لئے جانا چاہتی ہیں۔ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی تو ان کے بیٹے بلال نے کہا کہ ''واللہ! ہم انہیں ضرور روکیں گے،'' کیونکہ انہوں نے لوگوں کو فتنے سے بچانے کے لئے یہ کہا۔ اس پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے سختی سے انہیں ڈانٹا، کیونکہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے خلاف بات کی تھی۔ چاہے نیت اچھی بھی ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مقابلے میں ایسی سخت بات نہیں کہی جاسکتی کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام اور ان کے ادب واحترام کے خلاف ہے۔

حدیث سے فوائد:

١۔ عورت کے لئے جماعت کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت ہے، بشرطیکہ اس سے فتنے کا خدشہ نہ ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب تم میں سے کوئی عورت مسجد جائے تو خوشبو نہ لگائے" اور ایک دوسری حدیث میں فرمایا: "جو عورت خوشبو لگا کر آئے وہ ہمارے ساتھ عشاء کی نماز میں شریک نہ ہو"۔ ان دونوں احادیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

٢۔ مرد کو منع کیا گیا ہے کہ اگر اس کی بیوی نماز یا اس جیسی کسی عبادت کے لیے مسجد جانے کی اجازت مانگے تو وہ اسے منع نہ کرے۔

٣۔ مرد کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی بیوی کو مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ جانے سے روک دے۔

٤۔ مرد کی عورت پر ولایت (سرپرستی) اور اس کی دیکھ بھال ثابت ہے۔

٥۔ جس نے اپنی رائے سے سنت کی مخالفت کی اس پر سختی سے انکار کیا جائے گا۔

٦۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی غیرت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی عظمت کا بیان۔

ہندوستانی مسلمانوں میں اخلاقی زبوں حالی

محمد احمد ظہیر احمد (کلیہ سنہ اولی)

اخلاق ہر مذہب کی پہچان ہوتی ہے، دراصل مذہب کا مقام ومرتبہ اخلاق سے جانا جاتا ہے اور کسی بھی قوم وفرقہ کا انحصار اخلاق ہی پر ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے حسن اخلاق پر بہت زیادہ زور دیا ہے، حسن اخلاق کی وجہ سے آدمی کی معاشرے میں قدرو منزلت ہوتی ہے، کوئی بھی انسان ، قوم اور گروہ اپنے اخلاق ہی کی وجہ سے جانا جاتا ہے، سب سے بہتر انسان، قوم ، گروہ اور جماعت وہ ہے جس کے اخلاق سب سے عمدہ ہوں، اور سب سے برا انسان سماج میں وہ ہے جس کے اخلاق برے ہوں، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: " إِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقًا "[بخاری:3359] تم میں بہترین انسان وہ ہے جو اخلاق کے اعتبار سے بہتر ہو اسی طرح حسن اخلاق کے تعلق سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" إنَّ من أحبِّكم إليَّ أحسنُكم أخلاقًا "(بخاری: 3759) مجھے تم میں وہ لوگ زیادہ محبوب ہیں جو بہترین اخلاق کے حامل ہوں۔ حسن اخلاق کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کامل ایمان کی علامت قرار دیا، فرمایا:" أكمَلُ المُؤمِنينَ إيمانًا أحسَنُهم خُلُقًا "[ابوداؤد:4682، وقال الألباني: حسن صحیح) کامل مومن وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔

حسن اخلاق ہی وہ چیز ہے جو قیامت کے دن تمام اعمال سے زیادہ وزنی ہوگا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" ما من شيءٍ أثقلُ في الميزانِ من حسن الخلق"(جامع الترمذی: 2002 ، حديثٌ حسنٌ صحيحٌ) میزان میں حسن اخلاق سے زیادہ وزنی کوئی چیز نہ ہوگی۔ حسن اخلاق ایک بہترین صفت ہے جس کے ذریعے سے قیامت کے دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت حاصل کی جاسکتی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سب میں مجھے سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن میرے سب سے قریب وہ لوگ ہوں گے جن کے اخلاق سب سے اچھے ہونگے۔(ترمذی، رقم:2018)

حسن اخلاق کی اتنی اہمیت ہونے کے باوجود آج ہمارا ہندوستانی مسلم معاشرہ اخلاقی زبوں حالی کا شکار ہے، جب کہ ہمارے حسن اخلاق کا اعتراف غیر مسلم بھی کرتے تھے، اس کا اندازہ اس واقعے سے لگایا

جاسکتاہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں شام کی فتح کے بعد شاہ روم ہر قل نے ساتھیوں سے پوچھا: جب عرب اتنے کم تعداد و اسلحہ اور سازوسامان غرض یہ کہ ہر چیز میں کم ہیں تو پھر تم ان کے مقابلے میں کامیاب کیوں نہیں ہوتے ہو تو اس کا جواب ہر قل کے ایک ساتھی نے یہ دیا کہ عربوں کے اخلاق ہمارے اخلاق سے اچھے ہیں، وہ رات کو عبادت کرتے ہیں اور دن کو روزہ رکھتے ہیں، وہ کسی پر ظلم نہیں کرتے، اور ایک دوسرے سے برابری کا سلوک کرتے ہیں۔(مروج الذھب" مصنف ابو الحسن مسعودی، جلد ا صفحہ 247)

لیکن آج ہندوستانی مسلمان اخلاقی انحطاط سے دوچار ہیں، سیرت رسول ﷺ اور صحابہ کرام کی سیرت سے ناآشنا ہیں، ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم بلند اخلاق پر فائز تھے، رب نے صریح طور پر فرمادیا: وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ [سورہ قلم:آیت 4]

بے شک آپ بلند اخلاق پر فائز ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا مطالعہ کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ہم آپ ﷺ کو اسوہ، آئیڈیل اور نمونہ بنائیں، اور زندگی کے ہر میدان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں، اسی میں کامیابی پنہاں ہے۔

ہندوستانی مسلمانوں کے اخلاقی زبوں حالی میں سے یہ بھی ہے کہ انہوں نے اسلام کی تعلیمات، اخوت و بھائی چارگی کو فراموش کر دیا اور اپنے مسلمان بھائی ہی کو ذات پات، رنگ و نسل، اور امیری غریبی کی بنیاد پر حقیر و ذلیل سمجھنے لگے ہیں جب کہ فرمان رسول ہے:" المسلمُ أخو المسلمِ ، لا يظلِمُهُ ولا يخذلُهُ ولا يحقرُهُ "[مسلم:2564]

ترجمہ:" مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ ہی اسے تنہا چھوڑتا ہے، اور نہ ہی اس کی بے عزتی کرتا ہے۔"

ہندوستانی مسلمانوں کی اخلاقی زبوں حالی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہم نے پڑوسیوں کو ان کا حق نہ دیا اور پڑوسیوں کے ساتھ بدسلوکی کی، اسی طرح اخلاقی زبوں حالی میں سے زبان کا صحیح استعمال نہ کرنا بھی ہے۔ حسن اخلاق کا معاملہ صرف مسلمانوں کے ساتھ ہی نہیں بلکہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی ہونا چاہیے، ایک یہودی غلام ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا، جب وہ بیمار ہوا تو آپ ﷺ خود اس کے پاس تیمارداری کے لیے گئے اور

اس سے اسلام قبول کرنے کے لئے کہا تو اس نے اسلام قبول کرلیا۔[بخاری:5657]

اور آج امت محمدیہ کی ایک ناقابل تردید حقیقت یہ بھی ہے کہ اخلاقی بگاڑ ہماری زندگی کے ہر شعبے میں داخل ہو چکا ہے، عبادات ہوں یا معاملات، حقوق وفرائض ہوں یا تعلیم و تربیت، امانت، دیانت، صدق، عدل، ایفائے عہد اور ان جیسی دیگر اعلی اوصاف میں مسلمان کمزور پڑ چکے ہیں، کرپشن اور بدعنوانی ناسور کی طرح معاشرے میں پھیلی ہوئی ہے، ظلم وناانصافی کا دور دورہ ہے، لوگ قومی درد اور اجتماعی خیر وشر کی فکر سے خالی اور اپنی ذات و مفادات کے اسیر ہو چکے ہیں۔

یہ وہ صورت حال ہے جس پر ہر شخص کف افسوس ملتا ہوا نظر آتا ہے، اس وقت ہندوستان میں ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں سب سے زیادہ اخلاقی بگاڑ اور رواداری و حسن معاملات کی بیخ کنی جو کسی اسلامی معاشرے میں دیکھنے کو ملتی ہے وہ شاید ہی دنیا کے کسی دوسرے معاشرے میں پائی جاتی ہو، ہم اخلاقی طور پر اس حد تک پست ہو چکے ہیں، اخلاقی مرض ہم میں اس حد تک سرایت کر چکا ہے کہ ہم مرض جاننے کے باوجود اس کا یقین کرنے اور اپنی اصل اور ہمہ گیری کا اعتراف کرنے سے قاصر ہیں، ہر کوئی خود کو بڑا مومن و متقی تصور کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ معاشرہ میں جو بھی مرض ہے، جو بھی خرابیاں پائی جاتی ہیں وہ اس میں نہیں ہیں، ہم اس قدر پست، بے شرم وبے غیرت ہو چکے ہیں کہ دوسری اقوام کی خرابیوں کا ذکر کرتے تھکتے نہیں اور اپنی خرابیوں پر زبان کھولنا تک گوارا نہیں کرتے، ہم خود مردہ قوم ہو کر بھی "ہم زندہ قوم ہیں" کا نعرہ لگاتے ہوئے شرماتے نہیں، ہم بحیثیت قوم سیاست زدہ ہو چکے ہیں اور دنیا کا ہر فرد جانتا ہے کہ ہمارے ملک کی سیاست منافقت کا دوسرا نام ہے، یہی وجہ ہے کہ ہمارے ملک کے ہر فرد میں منافقت، خود غرضی، مفاد پرستی، کا عفریت بھرا پڑا ہے، آدمی کا ظاہر کچھ اور باطن کچھ، منہ پہ تو کچھ اور ہے اور پیٹھ پیچھے کچھ اور، اس برائی میں نہ صرف عوام بلکہ آج ہمارے علماء بھی شریک ہوتے جارہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہماری قوم انسان نما جانوروں اور وحشی درندوں کا ریوڑ بنتی چلی جارہی ہے، جہاں چار سو انسانوں کے روپ میں خونخوار درندے پھرتے نظر آتے ہیں، ملک میں بے عمل واعظین اور مبلغین کی تو بہتات ہے لیکن مصلحین بہت کم ہیں، سیاستدان ہزاروں ہیں مگر لیڈر ایک بھی نہیں، کوئی ایک بھی رہبر نہیں، بلکہ سب

رہزن ہیں، سب دوسروں کے حقوق غصب کرنے اور ملکی معیشت کی چیر پھاڑ کرنے میں لگے ہیں، آخر کب تک ہم دوسروں کے گریبانوں میں جھانک جھانک کر وعظ کرنے اور اپنے گریبان میں جھانکنے سے گریز کریں گے، جب تک قوم میں خود احتسابی نہیں آئے گی تو اصلاح کا رد عمل کہاں سے آئے گا؟؟؟

اے ہندوستانی مسلمانو! کچھ غیرت و حیا سے کام لو، اور اگر تم میں انسانیت باقی ہے تو اپنے معاشرے اور اپنے کردار پر ایک نظر ڈالو۔ آج اگر عوام یہ سوال اٹھاتی ہے کہ علماء کے اندر اخلاق و کردار کی کوئی جھلک باقی نہیں رہی، تو میں کہتا ہوں کہ عوام کا یہ کہنا بجا ہے۔ افسوس کہ ہمارے درمیان کچھ ایسے لوگ ہیں جو علماء کا لبادہ اوڑھ کر علم کے نام پر عوام کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ ان کے پاس علم تو ہے، لیکن اخلاقیات سے بالکل عاری ہیں۔ اگر یہ لوگ اخلاق حسنہ کو اپنی زندگی کا حصہ بنالیں، تو بہت سی برائیوں سے بچا جا سکتا ہے۔ لیکن نہیں، ان میں جھوٹ، فریب، دھوکہ، ریاکاری، منافقت، چندہ خوری، اور خود نمائی کا جنون سرایت کر چکا ہے۔ اللہ ہم سب پر رحم فرمائے اور ہمیں ان برائیوں سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

ہم جس ملک میں رہتے ہیں اس میں کئی مذاہب کے ماننے والے پائے جاتے ہیں اگر ہم چاہتے ہیں کی ان غیر مسلموں کو مذہب اسلام سے روشناس کرائیں تو ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم انہیں اپنے اخلاق کا گرویدہ بنائیں کیوں کہ دین اسلام اپنے اخلاق کے نور سے باطل مذاہب کی تاریکیوں کو پاش پاش کر دیتا ہے تاریخ گواہ ہے کہ دنیا کے طور و عرض میں اسلام اپنی خوبیوں و کمالات اور حسن اخلاق و کردار کی وجہ سے پھیلا اور مسلمان ہر جگہ اپنے انہیں امتیازات کی وجہ سے سرفراز و سربلند ہوئے، آج ہندوستانی مسلمانوں کے اندر اخلاق حسنہ نہ ہونے کی وجہ سے ہندوستانی مسلمان اخلاقی زبوں حالی کی طرف گامزن ہیں، آج ہمارے مسلمان مغربی اور فلمی تہذیب و کلچر کو اپنانے میں فخر محسوس کرتے ہیں، ہمارا معاشرہ اس وقت ترقی کرے گا جب وہ اسلامی تعلیمات پر عامل ہو گا اور اخلاق حسنہ کا پیکر اور اوصاف حمیدہ کا خوگر ہو گا۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ تمام مسلمانوں کے اخلاق کو عمدہ اور بہتر بنادے۔ آمین۔

مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی: اسباب وعلاج

عبداللہ محمد یوسف (کلیہ سنہ اولی)

تعلیم کی اہمیت وضرورت،فضیلت ومنزلت اور عظمت وافادیت تمام اہل ادیان وملل کے یہاں مسلم ہے، تعلیم ہی قوموں کی سرفرازی وکامیابی کی ضامن ہے، یہی قوموں کے عروج وزوال میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ تعلیم کی اس اہمیت وضرورت کے باوجود عصر حاضر میں ہندوستان ودیگر ممالک میں مجموعی طور پر تعلیمی اعتبار سے سب سے پسماندہ مسلمان ہیں۔ آیئے ہم سب مل کر جانیں، آخر کیا وجہ ہے کہ ہماری قوم تعلیمی میدان میں سب سے پسماندہ ہے؟ ذیل میں چند اسباب مع تدابیر وحلول سپرد قرطاس کی جارہی ہیں۔

پہلا سبب: دینی وعصری علوم کی تفریق

علوم بذات خود دینی و دنیاوی نہیں ہوتے ہیں، بلکہ جس مقصد کو سامنے رکھ کر تعلیم حاصل کیا جائے وہ اسے دینی و دنیاوی بنادیتے ہیں۔ علوم کی یہ تقسیم کچھ نا عاقبت شناس لوگوں کی ہے۔ متقدمین علماء کے یہاں ایسی تقسیم نہ تھی جو آج ہمارے زمانے میں موجود ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ جہاں تفسیر، حدیث اور فقہ کے امام تھے وہیں علم طبابت کے جانکار بھی تھے۔

دینی مدارس کے بہت سارے ذمہ داران اب تک دینی وعصری علوم کے امتزاج کے قائل نہیں ہو سکے، وہ سمجھتے ہیں کہ دینی مدارس کے طلبہ کیلئے دینی علوم کافی ہیں۔ حالانکہ دیکھا جاتا ہے کہ ایسے اداروں کے فارغین جب میدانِ عمل میں آتے ہیں تو معاشی طور سے پریشان حال رہتے ہیں، کچھ چھ سات ہزار میں فریضۂ امامت ادا کرتے ہیں، تو کچھ دس بارہ ہزار میں کسی مکتب یا مدرسہ سے وابستہ ہو جاتے ہیں۔ بعض تو حالات سے کسی بھی طرح سمجھوتا کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں؛ ان کی معاشی بدحالی وابتری دیکھ کر دوسرے بھی دینی علوم سے دور ہو جاتے ہیں۔ اور دوسری طرف عصری علوم کے دلدادہ جو کتاب وسنت اور دینی تعلیم سے بالکل دور نظر آتے ہیں، حتی کہ وہ دین اور اہل دین سے بھی نفرت کرنے لگتے ہیں۔

ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:
"مسلمانوں کی پسماندگی سے متعلق بہت سے مسائل اسی نظام کی پیداوار ہیں، ایک طرف عصری علوم کے ادارے ہیں جہاں نہ دینی تعلیم ہے نہ دینی ماحول۔ اور دوسری طرف دینی تعلیم کے ادارے ہیں جن کی تمام تر توجہ شرعی علوم کی تدریس واشاعت پر مرکوز ہے، اور عصری علوم سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں۔ ثنویت کا یہ نظام جب بھی وجود میں آیا ہو اور اس کی ضرورت جو بھی رہی ہو لیکن یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں کو اس سے

زبردست نقصان پہنچاہے،اوران کی تعلیمی پسماندگی میں اس کاغیر معمولی دخل ہے۔"

اس کا حل یہ ہے کہ دینی مدارس میں عصری علوم کم ازکم اس قدر شامل کردیے جائیں کہ یہ طلبۂ مدارس زمانے سے ہم آہنگ ہوجائیں؛ اور عصری اداروں میں دینی تعلیم اس قدر دے دی جائے کہ یہ طلبہ اپنے دین سے غافل نہ رہ جائیں۔

مولانا نیاز احمد عبدالحمید طیب پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "جس طرح دینی مدارس میں عصری علوم کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے اسی طرح عصری علوم کے طلبہ کیلئے دینی علوم کا انتظام ہونا چاہئے، اول الذکر فرض کفایہ ہےاورثانی الذکر فرض عین۔"

دوسرا سبب: ذمہ داران مدارس میں خلوص وللہیت کافقدان:

آج کے منتظمینِ مدارس میں خلوص وللہیت نہیں پائی جاتی ہے، تعلیمی امور ایسے مادیت پرست، نااہل،اور بے رغبت حضرات کے سپرد ہے، جن کا مقصد اکتساب مال ہوتاہے۔ایسے افراد جنہیں قوم کی ترقی کی ذرا فکر بھی نہیں ہوتی، حتی کہ ان کے تمام فیصلے مبنی بر مادیات نظر آتے ہیں۔

شیخ محمد عزیر شمس رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "منتظمین کو صرف مالی فراہمی، مدرسے کی تشہیر، عمارتوں کی تعمیر، بغیر پوری تیاری کے نئے نئے شعبہ جات قائم کرنے، اساتذہ کو زیر رکھنے اور سال کے آخیر میں جلسوں کی فکر رہتی ہے، طلبہ سے ان کا ربط نہیں ہوتا، ان کے تعلیمی مسائل سے وہ بالکل نابلد ہوتے ہیں۔"

مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کیلئے ضروری ہے کہ انتظامیہ کے اندر علم وعمل، خلوص وللہیت، تقوی اور امانت داری جیسے صفات بدرجۂ اتم موجود ہوں۔ تبھی وہ قوم وملت کیلئے بہرہ ورثابت ہوسکتے ہیں۔

تیسرا سبب: طلبہ کا خالص ذوق طلب وشوق عمل سے دوری:

موجودہ زوال تعلیم میں طلبہ کا قصور غیر معمولی ہے، آج کے طالبانِ علوم نبوت میں نہ اُس قدر ذوق طلب ہے جتنا ہمارے اسلاف میں ہوا کرتا تھا، نہ علم پر عمل کا شوق۔ یہ بھی مسلمانوں کے انحطاط تعلیمی کا سبب ہے۔ ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "موجودہ علمی ودعوتی معیار کی پستی میں طلبہ کی بے رغبتی، بے توجہی اور دون ہمت کا بہت زیادہ دخل ہے۔"

طالب علم کو چاہئے کہ وہ آداب طالبعلمی کو اپنائے، اپنے مقصد میں مخلص ہو، اخلاق حسنہ سے متصف ہو، علم کی راہ میں آنے والی مصیبتوں کا سامنا کرے اور علماء واساتذہ کی توقیر واحترام کرے۔ جو کچھ

سیکھے اس پر عمل کرے تاکہ اس کا علم پختہ ہو اور اس کا علم اس کے عمل کے خلاف حجت نہ بنے۔

چوتھا سبب: اسلامی سیرت وکردار کے حامل ماہرین فن واساتذہ کی قلت:

جیسا صانع ہوتا ہے ویسی مصنوعات؛ جیسا معمار ہوتا ہے ویسی ہی عمارت۔ باصلاحیت، بااخلاق، باذوق، پر عزم اور بیدار مغز طلبہ تبھی پیدا ہو سکتے ہیں جب اساتذہ ویسے ہوں؛ آج دینی مدارس کے اکثر اساتذہ صفات معلّم سے کوسوں دور ہو چکے ہیں اور بقول شیخ محمد عزیر شمس رحمہ اللہ ''وہ اساتذہ تعلیم کا صحیح شعور نہیں رکھتے ہیں، ان کے اندر نئی نسلوں کی تربیت کیلئے دل سوزی اور تڑپ کا مادہ مفقود ہو چکا ہے اور یہ اس راہ کے پیچ وخم سے ناواقف ہیں۔''

اساتذہ کو چاہیے کہ اپنی تعلیمی زندگی میں دنیا کے افضل معلم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو اپنائیں، اپنے دل میں طلبہ کو بہترین تعلیم دینے کا جذبہ پیدا کریں، انہیں خوش کرنے کی کوشش کریں، ان سے محبت کریں، انہیں جابجا دعائیں دیتے رہیں، اور ان کے ساتھ تواضع ونرمی کا رویہ اپنائیں۔

پانچواں سبب: Pay & Learn پالیسی کا بڑھتا رجحان

موجودہ زمانے میں عموما اعلی تعلیم حاصل کرنے کیلئے بڑی بڑی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے، غریب طلبہ یہ ضخیم رقم ادا نہیں کر پاتے ہیں، معمولی کورسیس کی فیس لاکھوں میں گنی جاتی ہیں۔ مقابلہ جاتی امتحانات میں بہترین نتائج لانے والے غریب طلبہ اعلی تعلیم سے اس لیے محروم کر دیے جاتے ہیں کہ وہ ڈونیشن ادا نہیں کر سکتے ہیں، اور ان طلبہ کیلئے محفوظ نشستیں اہل ثروت خرید لیتے ہیں۔

اللہ نے جنہیں مال ودولت سے نوازا ہے، انہیں چاہیے کہ اپنی استطاعت کے بقدر ایسے طلبہ کی تعلیمی کفالت کریں، جو قوم کی ترقی کا باعث بن سکتے ہوں، جیسے سول سروسز وغیرہ کے غریب امیدوارن۔ ان کی تعلیمی فیس ادا کریں، ان کے لیے کتابوں اور دیگر تعلیمی ضروریات کا انتظام کریں؛ اور اپنا تعاون نیکی کی امید سے کریں، ان پر احسان ہرگز نہ جتلائیں۔

چھٹا سبب: تعلیم میں نفسیات کا عدم استعمال:

رہائشی مدارس میں ایسے طلبہ بھی پائے جاتے ہیں جو بادل ناخواستہ وہاں آجاتے ہیں یا بھیج دیے جاتے ہیں، ایسے طلبہ نہ تعلیم حاصل کر سکتے ہیں نہ اساتذہ کی تربیت قبول کرتے ہیں۔ مدارس کا نظام انہیں قید لگنے لگتا ہے۔ اکثر وبیشتر ایسے طلبہ دوسروں پر اپنا اثر ڈالتے ہیں اور تعلیم کے ایام مکمل ہونے کے بعد بھی ناکارہ ہی رہ جاتے ہیں۔

والدین اور اساتذہ طلبہ کے مزاج ورجحان دیکھ کر ان کا میدان عمل متعین کریں، اور انہیں ان کے مزاج ودلچسپی کے مطابق امور میں استعمال کرنے دیں۔

ساتواں سبب: تعلیمی بیداری کی کمی:

ہمیں اس خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہئے کہ ہمارے سماج میں تعلیمی بیداری پیدا ہو چکی ہے۔ تعلیم کی نفی کرنے والا ایک طبقہ آج بھی ہمارے سماج میں موجود ہے، ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو ناکافی مقدار میں تعلیم حاصل کرنے کا قائل ہے اور ایک طبقہ تو تعلیم نسواں کی نفی کر کے نصف آبادی کو ناخواندہ رکھنے کی وکالت کر رہا ہے۔

اہل علم، اہل ثروت اور اہل تدبیر کو چاہیے کہ کم از کم اپنے گاؤں یا محلہ کے ان طلبہ سے ملیں جو تعلیم حاصل کرنا نہیں چاہتے ہیں، ان کے والدین سے ملیں، اسباب دریافت کریں کہ آخر وہ پڑھنا کیوں نہیں چاہتے ہیں؛ ان کے مسائل کا حل انہیں بتائیں، پھر جب یہ بچے تعلیم سے وابستہ ہو جائیں تو قدم قدم پر ان کی حوصلہ افزائی کرتے رہیں۔

محترم قارئین! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم تعلیمی پسماندگی کے اسباب پر غور وفکر کریں اور ان کے تدارک کی کوشش کریں۔ مسلمانو! اگر اب بھی نہ جاگے تو شاید ہماری آئندہ نسلیں ہنود ویہود کے غلام بن کر رہ جائیں گی، جاگو! ایک قدم بڑھاؤ، دس قدم تمہارے ساتھ بڑھیں گے۔ حوصلہ رکھو عزم رکھو، ان شاء اللہ، اللہ کی نصرت شامل حال ہو گی۔

یقین محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
زندگانی میں ہیں یہ مردوں شمشیریں

مراجع ومصادر:
1 - مجلہ الفرقان مرکز الدعوۃ الاسلامیۃ تعلیمی کنونشن نمبر جولائی تا ستمبر 2003ء
2 - ماہنامہ محدث بنارس مجریہ نومبر 1995
3 - جاگتے رہو (تالیف: مبارک کاپڑی)
4 - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت معلم (تالیف پروفیسر ڈاکٹر فضل الہی)
5 - بچے کیوں بگڑتے ہیں؟ (تالیف: مولانا) یاز احمد عبدالحمید طیب پوری)

"جو اپنے وقت کی قدر نہیں کرتا، وہ کبھی کامیاب نہیں ہو گا۔ وقت تمہاری زندگی ہے، اسے ضائع نہ کرو۔"
امام شافعی

سماجی انصاف

انضمام الحق بن ضیاء ل (کلیہ سنہ ثالثہ)

سماج انسانوں سے تشکیل پانے والے ایسے مجموعہ کو کہتے ہیں جو باہمی طور پر زندگی بسر کرتے ہیں اور اپنی ضرورت زندگی کو پورا کرنے میں زندگی کے مختلف امور کی انجام دہی میں ایک دوسرے کے محتاج ہوتے ہیں ، اس کے ساتھ مختلف عقائد و نظریات اور مشترک آداب وعادات کے مالک ہوتے ہیں، نیز آئین وانصاف کے یکساں طور پر محتاج ہوتے ہیں۔

انسان کا وجود جب سے اس دنیا پر وقوع پزیر ہوا ہے تب سے لیکر آج تک یہ سنت برقرار ہے کہ انسان تن تنہا اپنی ضروریات وحاجات زندگی پورا نہیں کر سکتا، اس کے لئے دوسروں کا سہارا لینا ضروری ہوتا ہے، انسان ایک دوسرے کے بغیر اپنی زندگی کا ایک پل بھی گزارا نہیں کر سکتا۔

اسی محتاجگی کی بنا پر لوگ آپس میں ایک دوسرے سے جڑتے ہیں، ان کا ہر معاملہ ایک دوسرے سے مربوط رہتا ہے، جس کو ہم لفظ مجتمع، معاشرہ وسماج سے تعبیر کرتے ہیں۔

دین اسلام نے انسانی زندگی میں معاشرہ کے وجود کو برقرار رکھا ہے اور اس کی اہمیت بھی بتائی ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے :﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ﴾(سورة الحجرات) "اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تمہارے کنبے قبیلے بنا دئے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو"۔ اسی طرح معیشت اور مختلف طبقات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۚ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سُخْرِيًّا ۗ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴾(الزخرف32 :)

"کیا وہ آپ کے رب کی رحمت کی تقسیم کرتے ہیں؟ ہم ہیں جس نے دنیاوی زندگی میں ان کے درمیان ان کی معیشت کو تقسیم کیا اور ان میں سے بعض کو بعض پر درجات بنا کر فوقیت دی تاکہ ان میں سے بعض بعض کو ماتحت لاکر کام لیں، آپ کی رب کی رحمت اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں"۔

معاشرے میں مختلف قسم کے لوگ رہتے ہیں سب کی سوچ و فکر الگ الگ ہوتی ہیں، ان کے مزاج مختلف ہوتے ہیں، جس کی بنیاد پر شر و فساد، ظلم و زیادتی، بغض و حسد پیدا ہوتا ہے، جس کا خاتمہ یا اس کے اثرات میں کمی کا ہونا ضروری ہو جاتا ہے اور شریعت کا تقاضہ یہ ہوتا ہے کہ سماج میں عدل و انصاف ہو، ہر کوئی سماج میں امن و امان کے ساتھ زندگی بسر کرے؛ کیونکہ اگر معاشرہ عدل و انصاف سے عاری ہو تو وہ صالح معاشرہ نہیں ہو سکتا بلکہ وہ ظلم و جبر، دہشت و درندگی کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔

عدل وانصاف کیا ہے؟ عدل وانصاف کا معنی ہے دو حصہ کرنا، حق دینا، فیصلہ کرنا۔

سماجی انصاف کہتے ہیں: ہر طبقہ اور ہر فرد کو جو حقوق حاصل ہیں، اور جس کا جتنا حق بنتا ہو اس کو اس کا حق دے دینا اور اس میں رنگ و نسل، علاقائیت، لسانیت اور ذات پات کی بنیاد پر حق تلفی کا برتاؤ نہ رکھنا۔

اسلام میں عدل و انصاف کی بہت اہمیت ہے اور اس کو انسانی زندگی کے ہر امور میں ضروری طور پر نافذ کرنے کو لازم قرار دیا گیا ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے(وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعاً بَصِيرا)(نساء :۵۸)۔اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو، بے شک اللہ جس چیز کی تمہیں نصیحت کرتا ہے وہ بہتر ہے، بے شک اللہ خوب سننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے۔دوسری جگہ فرماتا ہے "وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾(سورة المائدة42)

"اور جب تم فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو، یقیناً اللہ تعالی عدل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے"۔اللہ تعالی فرماتا ہے: وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ(المائدة:۸)

"کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر نہ ابھارے، عدل کیا کرو، وہ پرہزگاری کے زیادہ قریب ہے، اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یقین جانو کہ اللہ تعالی تمہارے اعمال سے باخبر ہے"۔ اللہ تعالی کے فرمان کا مقصد یہ ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں انصاف قائم ہو، امیر و غریب، شاہ و عوام، اعلی و ادنی، آقا و غلام اور حاکم و محکوم میں کوئی فرق نہ رکھا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و فعل کے ذریعہ سماج میں عدل و انصاف کی بہت بہترین مثالیں قائم کیں، اپنی امت کو یہ تعلیم دی کہ

عدل وانصاف کا ترازو اس قدر مضبوط و برابر ہو کہ سخت ترین نفرت اور شدید ترین محبت اس ترازو کے کسی پلڑے کو جھکا نہ سکے۔

سماجی انصاف کے کئی عناصر ہوتے ہیں جن کی بنیاد پر کسی سماج کو باانصاف سماج سمجھا جاتا ہے، ان میں جو سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے وہ ہے مساوات، مساوات سماجی انصاف کا اہم عنصر ہے اور اکثر اسی کی بنیاد پر سماجی انصاف قائم ہوتا ہے۔

مساوات کا مطلب ہے سماج میں سب کو برابر سمجھا جائے، کسی کو کسی پر اس کے رنگ، حسب ونسب، مال ودولت اور سیادت ومنصب کی بنا پر فوقیت حاصل نہ ہو، نہ امیر کو غریب پر، نہ قوی کو ضعیف پر، نہ ذوا علی حسب ونسب کو یتیم پر، نہ خواص کو عوام پر بنیادی حقوق میں فوقیت حاصل ہو، تعلیم وتربیت سب کے لئے برابر ہو اور ان سب حقوق میں کوئی کسی سے بالاتر نہ ہو۔

انسان کا اپنے انسان ہونے کے ناطے کسی کو دوسرے پر کوئی فوقیت نہیں ہاں اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں ایک دوسرے پر فوقیت کا ایک معیار مقرر کیا ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ﴾ الحجرات:١٣) ۔"بیشک اللہ کے نزدیک تم میں وہ ہی باعزت ہے جو زیادہ تقوی والا ہے"، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " »يا أَيُّها النَّاسُ، أَلَا إِنَّ رَبَّكم واحدٌ، وإنَّ أباكم واحدٌ، أَلَا لا فَضْلَ لِعَرَبيٍّ على أعجَميٍّ، ولا لعَجَميٍّ على عرَبيٍّ، ولا أحمَرَ على أسوَدَ، ولا أسوَدَ على أحمَرَ إلَّا بالتَّقْوى«.(أحمد:23489)۔ "اے لوگو! سن لو! تمہارا رب ایک ہے، تمہارا باپ ایک ہے، سن لو! عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں، نہ ہی عجمی کو عربی پر، اسی طرح نہ گورے کو کالے پر کوئی فضیلت ہے اور نہ ہی کالے کو گورے پر مگر تقوی کے ذریعہ"۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں:" أيها الناس إن دماءكم وأموالكم حرام عليكم إلى أن تلقوا ربكم"۔"اے لوگو! تمہاری جان ومال تم پر تاقیامت حرام ہے"۔

مساوات کے بعد جو دوسرا عنصر مواخات ہے، مواخات کا مطلب ہے بھائی چارہ کا برتاؤ کرنا۔ سماج ایک گلستاں ہوا کرتا ہے جہاں مختلف قسم کے لوگ ایک دوسرے سے اپنی زندگی کے مختلف جوانب سے جڑے رہتے ہیں، اور اسی ربط کا تقاضہ یہ ہوتا ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے اخوت وبھائی چارہ کا برتاو کریں اور ایک دوسرے سے مل جل کر رہیں، آپس میں الفت ومحبت کا اظہار کریں اور ایک ہی گھر

کے مختلف اینٹ کی طرح متحد و متفق رہیں، ایک دوسرے کی مدد کریں، مصیبت وپریشانی میں ایک دوسرے کا ساتھ دیں، اخوت کا تقاضہ یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ بغض وحسد، جھگڑا وفساد جیسی مہلک بیماری سے دور رہیں؛ کیونکہ جب سماج میں لوگوں کے اندر بغض وعناد، شر وفساد جیسی بیماری وجود میں آتی ہے تو وہ سماج کو تباہ وبرباد کرکے رکھ دیتی ہے اور سماج کے امن وامان کو بگاڑ دیتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " لا تَحاسدُوا، وَلا تناجشُوا، وَلا تَباغَضُوا، وَلا تَدابرُوا، وَلا يبِعْ بعْضُكُمْ عَلَى بيْعِ بعْضٍ، وكُونُوا عِبادَ اللَّه إِخْوانًا، المُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ: لا يَظلِمُه، وَلا يَحْقِرُهُ، وَلا يَخْذُلُهُ، التَّقْوَى هَاهُنا ويُشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ ثَلاثَ مرَّاتٍ " (صحيح مسلم : 3564)۔ "ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے کو دھوکہ دینے کے لئے قیمت نہ بڑھاؤ، ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، اور تم میں سے بعض بعض کے سودے پر سودا نہ کرے، اور اللہ کے لئے تم آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ، مسلم مسلم کا بھائی ہے ،نہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اس کو رسوا کرتا ہے، نہ اس کو حقیر سمجھتا ہے؛ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین بار فرمایا: تقوی یہاں ہے"۔

اسی طرح سماجی انصاف کا ایک عنصر ہے مناصحہ جو مواخات کا تقاضہ ہوتا ہے، اور انسانی سماج میں عدل وانصاف، امن وامان قائم کرنے اور ظلم وستم کو دور کرنے میں بہت بڑا کردار ادا کرتا ہے، مناصحہ کا مطلب ہے ایک دوسرے کے لئے خیر خواہ ہونا، اس کو ایسے کام کی رہنمائی کرنا جو اس کے لئے دنیا وآخرت میں خیر وعافیت کا سبب بنے، اور ایسی چیز سے روکنا جو اس کے لئے نقصاندہ ہو، مناصحہ کا بنیادی تقاضہ امر بالمعروف ونھی عن المنکر ہے جو اسلامی تعلیمات کا ایک اہم ترین گوشہ ہے، یہ وہ پیمانہ ہے جس کے ذریعہ سماج سے برائی کا خاتمہ ہو سکتا ہے اور سماج میں انصاف کا علم بلند ہو سکتا ہے۔

چنانچہ اسلام میں امر بالمعروف ونھی عن المنکر کو ہر فرد پر حسب استطاعت واجب قرار دیا گیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ"۔ "تم میں سے جو منکر کو دیکھے چاہیے کہ وہ اسے اپنے ہاتھ سے روکے، اگر اس کو اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے، اگر اس کو اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے اس کا انکار کرے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے"۔ ایک دوسرے کو بھلائی کا حکم

دینے کے بارے میں اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَالْعَصْرِ (١) إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ (٢) إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (٣) ﴾۔ ”زمانے کی قسم! بیشک تمام انسان خسارے میں ہیں مگر وہ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرے اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرے"۔

آج سماج میں لوگ اخلاق و کردار میں گراوٹ کے بھیانک دور سے گزر رہے ہیں، وحشت وبربریت کے سیاہ بادل ساری دنیا میں چھا گئے ہیں، ہم آئے دن سماج میں تہذیب و ثقافت، عدل وانصاف کا جنازہ اپنی آنکھوں کے سامنے اٹھتے دیکھتے ہیں، بنی آدم اپنے خالق حقیقی کو فراموش کر چکے ہیں، جس کا سب سے بڑا سبب عقیدے کا فساد اور ایمان کی کمزوری ہے، سماج میں شرک کا بول بالا ہے جو سماجی انصاف کا سب سے بڑا مخالف ہے اور سب سے بڑا ظلم ہے، مشرکانہ رسوم وعادات کا غلبہ ہے، بت پرستی قبر پرستی ،بدعات وخرافات کا رواج عام ہے، مسلمانوں میں خاص طور سے ارکان اسلام سے غفلت وتساہل برتنا ایک عادت سی بن گئی ہے، قتل وخونریزی، زناوفحاشی، شراب نوشی، جوا، جھوٹی قسم، چوری ڈکیتی، حرام خوری، سود ورشوت، اخلاقی گراوٹ، خیانت، جھوٹ تراشی، فریب ، جھوٹی گواہی، بد عملی ، آبرو ریزی، گالی گلوج، لعن طعن وبے حیائی جیسی سماجی انصاف ختم کرنے والی تباہ کن بیماریاں آج انسانی سماج کی رگ رگ میں پھیل چکی ہیں، سچائی کی جگہ جھوٹ ، محبت کی جگہ نفرت، انصاف کے نام پر ظلم، ایثار کے بدلے خود غرضی آج ہمارے سماج کا جز بن چکا ہے، مکارم اخلاق، تہذیب وثقافت وشرافت، عدل وانصاف ، امن وامان ، اخوت ومحبت، مجد وکرم اب بے معنی الفاظ بن کر رہ گئے ہیں۔

اس تاریک اور مایوس کن حالات میں اگر نجات وسلامتی اور عدل وانصاف کی کوئی ادنی سی امید باقی ہے تو وہ دین اسلام کے پیغام میں ہے، بگڑے ہوئے سماج کو اگر عدل وانصاف پر قائم کرنا ممکن ہے تو اسلام کے عدل وانصاف، رحمت وعافیت بھرے نظام پر ایمان لانے اور اس پر متحد ہو کر عمل کرنے میں ہے۔

اللہ تعالی ہمیں نظام اسلام کو صحیح طریقے سے ماننے اور اس کے ذریعہ سماج میں عدل وانصاف قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بے اصول آزادی کے نقصانات

عدیل احمد عبدالوحید (کلیہ سنہ ثالثہ)

قارئین کرام! پہلے ہم یہ جانتے ہیں کہ آزادی کا کیا مفہوم ہے؟ آزادی کسے کہتے ہیں؟

آزادی کا لغوی معنیٰ:

خود مختاری، حرّیت، رہائی، اور بے قیدی ہے۔

اگر آزادی کے اصطلاحی مفہوم کو دیکھا جائے تو آزادی کا کوئی متعین مفہوم نہیں ہے، ہر کسی نے اسکی اپنے مطابق تعریف کی ہے، 1789 م میں حقوق انسانی کے اعلامیہ میں کہا گیا ہے: "آزادی یہ ہے کہ انسان جو چاہے کرے، بشرطیکہ اس کے عمل سے دوسروں کو کوئی ضرر لاحق نہ ہو۔"

اسلام میں آزادی وحریت کا مفہوم: اللہ تعالیٰ نے انسان کو بلا تشدد ظلم وزیادتی کے اپنے حقوق کی حصولیابی اور اپنے فرائض کی ادائیگی کے لیے تصرّف کی جو قُدرت عطا کی ہے اس کو "حرّیت" کہتے ہیں۔

اسلام میں آزادی کا مفہوم بہت وسیع ہے، اسلام میں آزادی کو کتنا بلند مقام حاصل ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ دینِ اسلام کو اختیار کرنے کے معاملے میں بھی اسلام نے انسان کو مجبور نہیں کیا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری ہے: ﴿ لا إكراه في الدين﴾ دین میں کوئی زبردستی نہیں. اور دوسری جگہ فرمایا﴿ إِنَّا هَدَيۡنَٰهُ ٱلسَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرٗا وَإِمَّا كَفُورًا﴾ (سورة الإنسان : ٣) ترجمہ: "ہم نے اسے ہدایت کی راہ دکھائی، اب خواہ وہ شکر گزار بنے یا ناشکرا"۔ یعنی آنکھ اور کان دے کر اور اپنے نبیوں اور کتابوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے دونوں راستے بتادیئے ہیں کہ چاہو تو تم ایمان لاؤ یا چاہو تو تم کفر کرو، اگر ایمان لاؤ گے، اپنی زندگی اصولوں کے ساتھ گزارو گے تو اس کا ثمرہ بہت ہی اچھا ہوگا اور دُنیا اور آخرت دونوں بہتر ہونگی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ أُوْلَٰٓئِكَ أَصۡحَٰبُ ٱلۡجَنَّةِۖ هُمۡ فِيهَا خَٰلِدُونَ ﴾[سورة البقرة : ٨٢] ترجمہ: "اور جو لوگ ایمان لائیں اور نیک کام کریں وہ جنتی ہیں جو جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔" لیکن اگر کفر کروگے، اپنی زندگی کو بے اصول طریقوں سے گزاروگے تو اس کا انجام بہت ہی برا ہوگا، اور دنیا و آخرت دونوں بدتر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:{ وَلِلَّذِينَ كَفَرُواْ بِرَبِّهِمۡ عَذَابُ جَهَنَّمَۖ وَبِئۡسَ ٱلۡمَصِيرُ} [سورة الملك : ٦] ترجمہ: "اور اپنے رب کے ساتھ کفر

کرنے والوں کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور وہ کیا ہی بری جگہ ہے."

قارئین کرام! اسلام نے آزادی تو دی ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ آزادی کے کچھ اُصول بھی بتائے ہیں تاکہ اُن اصولوں کے مطابق زندگی گزاری جائے اگر اُن اُصولوں سے کوئی بے راہ روی اختیار کرے گا تو وہ خسارے میں ہوگا۔

اسلام میں عدمِ حریت کا مفہوم: اسلام میں عدمِ حریت کا تصّور نہیں پایا جاتا ہے، اسلام نے صرف جنگی قیدیوں کو بطورِ سزا غلام بنانے کی اجازت دی ہے، اسلام نے عہدِ جاہلیت سے جاری غلامی کے رسم و رواج کا معقول اور منصوبہ بند طریقے سے خاتمہ کیا۔

جب اسلام آیا تو سماج میں لوگ بے اصول طریقے سے اپنی زِندگی بسر کر رہے تھے، غلامی کی بہت ساری شکلیں رائج تھیں، دنیا پرست انسانی غلامی کے ذریعہ انسانوں کا استحصال کر رہے تھے، غلامی کے متعدد اسباب جیسے جنگ میں قیدی بنانا، والدین کا اپنے بچوں کو فروخت کرنا، بیٹیوں کو زندہ درگور کردینا وغیرہ چیزیں پائی جاتی تھیں، اسلام نے ان تمام بے اصول چیزوں کو ختم کرکے بہترین اُصول بنادئے، سب کو ظلم سے نکال کر اُن تک انکا حق پہنچادیا۔

جب سماج و معاشرہ میں اُصول کی پابندی نہ کی جائے تو اس کے بہت سارے نقصانات بھی رونما ہوتے ہیں جن میں سے چند کو میں قلمبند کرتاہوں:

بے اُصول زندگی اپنے آخری نتیجہ کے اعتبار سے امراضِ متعدیہ کے مماثل ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ بسا اوقات اس کے برے اثرات سماج و معاشرہ کو اس قدر متاثر کرتے ہیں کہ رفتہ رفتہ سماج کے افراد کا وجود خطرے میں پڑ جاتاہے۔

غیر منظم، بے اصول اور آزاد معاشرے میں اصولوں کی پامالی اسطرح ہوتی ہے کہ قول وفعل میں قول کی تشہیر کی جاتی ہے اور فعل کو لاوارث چھوڑ دیا جاتاہے۔

بے اُصول آزادی کے مضر اثرات اس وقت زیادہ خطرناک ہوتے ہیں جب عوام کے ذہنوں کو نفس مسئلہ سے بھٹکا کر فروعی مسائل میں اُلجھادیا جاتا ہے۔

بے اصولی کے مضر اثرات سے متاثر سب سے پہلے انسان خود ہوتا ہے اُسکے بعد ماتحت لوگ ہوا کرتے ہیں۔

حقوق انسان کی پامالی: بے اصول آزادی اللہ کے بندوں کے حقوق کو غصب کرنے کو عام کرتی ہے، انسان خود کے لئے موذی بن جاتا ہے اور اُس کی بے اصولی گھر، پڑوس، معاشرے و علاقے کو متاثر کرتی ہے، اور اُنکے لئے نقصان دہ بن جاتی ہے، برائیاں عام ہوتی ہیں اور تمام تر بھلائیاں اور احسانات وحسنات کو لے ڈوبتی ہے، اس اعتبار سے وہ سماج و معاشرے کے لئے بھی موذی بن جاتا ہے۔

حقوق اللہ کی پامالی: بے اصول آزادی کی وجہ سے اللہ کے ہر قانون کی پامالی، اللہ کی نافرمانی، قرآن اور اس میں موجود تمام احکام و مسائل کی پامالی ہوتی ہے، قرآن کا انکار نظر آتا ہے، قرآن کو سینے سے نکال کر غیروں کی مشابہت نظر آتی ہے، بے اُصول آزادی کی وجہ سے اس چیز کو بالائے طاق رکھ دیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے جوڑتی ہے اور اس سے صراحتاً اللہ کے حقوق کی پامالی ہوتی ہے۔

اباحیت پسندی شریعت کے برعکس سوچ اور رویے کو کہا جاتا ہے، جہاں شریعت کا مطلب ہر عمل اور سوچ میں اصولوں کا التزام ہے، اباحیت اسی نظم کو ختم کرتی ہے۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ شریعت کی پاسداری کرے، لیکن اباحیت اس کے برعکس لوگوں کو غلط راہ پر ڈال دیتی ہے۔ آج یہ ایک طرزِ زندگی اور دین کا درجہ اختیار کر چکی ہے، جس نے صحیح و غلط، حلال و حرام، اور اچھے و برے کے شعور کو مٹا دیا ہے۔

اباحیت نے انسان کو بے بس کر دیا ہے، اور یہ فساد معاشرتی نظام، تنظیموں اور اخلاقی شعور میں سرایت کر چکا ہے۔ اس نے تنظیمی اصولوں، ذمے داریوں اور تربیت کے شرعی معیار کو ختم کر دیا ہے۔ خرید و فروخت سے لے کر قوموں کے فائدے اور نقصانات تک کا شعور معدوم ہو چکا ہے۔ لوگ حق و باطل میں تمیز کھو چکے ہیں اور کتاب و سنت کو کھیل بنا کر غضب الٰہی کو دعوت دے رہے ہیں، خاص طور پر دینی تنظیموں اور اداروں میں موجود اباحیت دورِ حاضر میں سب سے خطرناک شکل اختیار کر چکی ہے۔ باطل اگر واضح شکل میں ہو تو اس سے بچنا آسان ہے، لیکن جب باطل دین کا لبادہ اوڑھ لے، تو اسے تقدس کا لبادہ مل جاتا ہے، جس سے خرابی مزید بڑھ جاتی ہے۔ بے اصول آزادی اور اباحیت پسندی کی یہی روش معاشرے کو تباہی کے دہانے پر لے آئی ہے۔ اس کے اثرات نے سماج کو ایسی کھائی میں گرا دیا ہے جہاں سے واپسی مشکل دکھائی دیتی ہے۔

بے اصول آزادی کے بہت سارے نقصانات ہیں اور بااُصول آزادی کے ساتھ زندگی گزارنے کے بہت سارے فوائد ہیں۔ اگر ان اصولوں کے مطابق زندگی بسر نہ کی جائے تو زندگی بے مراد ہے۔ قوموں کی بقاء اور اِرتقاء کے لیے نظم وضبط کا ہونا ضروری ہے۔ یہ ایک ایسا عمل ہے جو انسان کی زندگی کو بااصول اور منظم بناتی ہے، صفائی ستھرائی اور تزئین آرائی سکھاتی ہے۔ کمال یہ نہیں کہ زندگی بسر کرلی جائے بلکہ کمال یہ ہے کہ زندگی کو اُس کے اصولوں کے ساتھ گزارا جائے نظم وضبط کے بغیر زندگی غیر متوازن اور بے ترتیب ہو جاتی ہے، منظم طریقے سے کاموں کی انجام دہی سے کاموں کا تجزیہ اور محاسبہ ہوتا ہے۔ اصولوں کی رعایت ملحوظ رکھنے سے معاشرہ و سماج پابندِ نظام رہتا ہے۔ اصول و ضوابط کی زندگی امن و استحکام کی ضمانت کے ساتھ ساتھ موجودہ و آئندہ نسلوں کے لیے آسانیاں پیدا کرتی ہے اور لوگوں کے لئے مشعلِ راہ بن جاتی ہے۔

اگر حقیقی معنی میں اصولوں کو شرعی طور سے اپنالیا جائے تو تمام تر برائیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ دنیا و آخرت دونوں جگہ کامیابی حاصل ہوگی۔ چونکہ شرعی اصول میں وہ طاقت پنہاں ہے جو ہر طرح کی برائیوں کا خاتمہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ شرعی اصول وہ ہیں جو اللہ نے قرآن مجید میں بتایا ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں فرمایا ہے۔ اور یہی دونوں اصل بنیاد ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جس منہج پر چلے اور جن اصولوں کو اپنایا اسے ہم شرعی اصول وضوابط کہتے ہیں۔ اگر زندگی شرعی اصول کے مطابق ہو جائے تو اسے دونوں جہاں میں فلاح و کامرانی نصیب ہوتی ہے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اللہ تعالی ہمیں شرعی اصولوں کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور بے اصول آزادی اور اس کے نقصانات سے محفوظ رکھے۔ آمین یارب العالمین۔

حوالہ جات:

1) اباحیت پسندی ایک ناسور: شیخ عبد المعید مدنی حفظہ اللہ (محدث فورم).
2) نوائے وقت۔
3) رفیق منزل: اسلام میں تصور آزادی۔
4))آزادی اور معاشرہ۔

ہماری کتابیں الیکٹرانک یا ورقی؟

عبداللہ شیث بھولا (کلیہ سنہ اولی)

اللہ رب العالمین نے ہمیں بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے، انہی نعمتوں میں سے ایک نعمت علم بھی ہے، کیوں کہ علم اس کرۂ ارض پر بسنے والے ہر سماج و معاشرے اور قوم و ملت کی ترقی کا ضامن ہے؛ علم انسان میں صحیح فکر، صحیح سوچ اور صحیح فیصلہ کرنے کی طاقت عنایت کرتا ہے، غرض یہ کہ علم ہر لحاظ سے گراں قدر اہمیت کا حامل ہے، یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ سے لوگ حصولِ علم کے لیے راغب رہے ہیں، زمانۂ قدیم میں علم کے لیے لوگ ہزاروں میل کا سفر طے کرتے تھے تب جا کر انہیں علم کے دو چار حروف دستیاب ہوتے تھے، جنہیں وہ اپنی زندگی کا قیمتی اثاثہ شمار کرتے تھے، پھر مرورِ ایام کے ساتھ کتابت کا رواج ہوا، ابتداءِ اسلام میں لوگ جانوروں کی ہڈیوں، کھجور کے تنوں اور چکنے پتھروں پر لکھا کرتے تھے، پھر رفتہ رفتہ کاغذ کا وجود ہوا اور کتابیں ورقی شکل میں منصۂ شہود پر آئیں، پھر پندرہویں صدی عیسوی سن 1440 میں پریس کا وجود ہوا اور کتابیں زیورِ طباعت ہو کر منظر عام پر آنے لگیں، پھر جب موبائل اور کمپیوٹر ایجاد ہوا تو الیکٹرانک کتابوں کا سیلاب اُمڈ آیا، بہت ساری ورقی کتابیں نیٹ سے ڈاؤن لوڈ کی جانے لگیں، لوگ اخراجات کے خوف سے کتابیں لکھ کر بذریعہ نیٹ پھیلانے لگے، بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ حالیہ وقت میں اکثر لوگ انہی الیکٹرانک کتابوں پر بھروسہ کرنے لگے اور آہستہ آہستہ ورقی کتابوں سے اپنے رشتے توڑنے لگے۔

لیکن کیا ہم طلباء کے لئے یہ الیکٹرانک کتابیں بنسبت ورقی کتابوں کے زیادہ مفید ہیں؟ یہ ایک مسئلہ ہے جو ماہرین علم کے نزدیک متنازع فیہ ہے، میں ان اختلافات سے قطع نظر دونوں طرح کی کتابوں کے ایجابی و سلبی پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کروں گا، فیصلہ آپ (قارئین) خود کریں گے۔

ورقی کتابوں کے فوائد:

1۔ باتیں جلدی سے ذہن میں بیٹھ جاتی ہیں۔

2۔ ترکیز زیادہ ہوتی ہے۔

3۔ چھو کر پڑھ سکتے ہیں۔

4-بہت دیر تک پڑھ سکتے ہیں۔

5- معلومات ذہن میں پوری طرح بیٹھ جاتی ہیں اور وہ تادیر باقی رہتی ہیں۔

6-دیر تک الیکٹرانک اشیاء پر نظر رکھنے سے جو نقصانات مرتب ہوتے ہیں ان سے بھی بچ سکتے ہیں۔

الیکٹرانک کتابوں کے فوائد:

- وہ کتابیں بھی پڑھ سکتے ہیں جو کتابیں ہمیں لائبریری میں دستیاب نہیں ہو پاتیں۔
- الیکٹرانک کتابیں ہم کہیں بھی پڑھ سکتے ہیں جیسے: بس، ٹرین، ہوائی جہاز وغیرہ۔
- ورقی کتابیں اٹھانے کی مشقت سے محفوظ رہتے ہیں۔
- کم پیسوں میں بہت ساری کتابیں متوفّر ہو جاتی ہیں۔
- انکے پھٹنے اور پرانے ہونے کا اندیشہ نہیں ہوتا۔

ورقی کتابوں کے نقصانات: پرنٹنگ سے اگر کوئی حرف مٹ گیا ہو تو اسے پڑھنے میں مشقت ہوتی ہے۔

- ورق پھٹ جانے پر سمجھنے میں دقت ہوتی ہے۔
- اس مہنگائی کے دور میں زیادہ پیسوں میں کم کتابوں کی دستیابی ہوتی ہے۔
- کتابیں لے جانے کی مشقت کو برداشت کرنا پڑتا ہے

الیکٹرانک کتابوں کے نقصانات:

- آنکھیں خراب ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔
- بیٹری لو(low)ہو جانے پر پڑھنے میں دشواری ہوتی ہے۔
- بات صحیح سے ذہن نشین نہیں ہوتی۔
- کتاب پڑھنے کے دوران Message آجانے پر ذہن دوسری طرف منتشر ہو جاتا ہے۔
- الیکٹرانک اشیاء کا زیادہ استعمال کرنے سے صحت کا متاثر ہونا،

ماہرین کے مطابق اسکرین کو تقریبا 20 منٹ سے زیادہ مسلسل نہیں دیکھنا چاہئے؛ کیوں کہ اسکرین سے نکلنے والی شعاع انسانی آنکھوں کے لئے مضر ہے، اس کو زیادہ دیر تک دیکھنے سے " computer vision syndrome" نامی ایک بیماری لاحق ہونے کا اندیشہ پیدا ہوتا ہے۔

الیکٹرانک اور ورقی دونوں طرح کی کتابوں کے فوائد و نقصانات جاننے کے بعد یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دونوں طرح کی کتابوں کے اپنے اپنے امتیازات وخصائص ہیں، ورقی کتابوں کی اہمیت مسلم ہے لیکن حسب حال اور حسب ضرورت کبھی الیکٹرانک کتابیں زیادہ اہم ہو جاتی ہیں لہٰذا جہاں ہم ورقی کتاب کے مطالعہ سے لطف اندوز ہوتے رہے ہیں وہیں حسب حال اور حسب ضرورت الیکٹرانک کتاب سے بھی استفادہ کرتے رہنا چاہئے؛ کیوں کہ مجبوری میں جب ہمارے پاس ورقی کتابیں موجود نہ ہوں تو الیکٹرانک کتابیں ہی ہمارا ساتھ دیتی ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حسبِ ضرورت دونوں طرح کی کتابوں سے استفادہ کریں اور کتاب سے اپنا رشتہ جوڑے رکھیں اور کتاب کو اپنا ساتھی بنائیں اور مطالعہ میں اپنا زیادہ تر وقت صرف کریں۔

"اور ہم ضرور تمہیں آزمائیں گے کچھ خوف، بھوک، مال، جانوں اور پھلوں کے نقصان سے، اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو۔ وہ لوگ، جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے، تو کہتے ہیں: بے شک ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔"

(سورۃ البقرہ: 155-156)

مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ کی عربی بصیرت

محمد ماجد محمد چاند پاشا (کلیہ سنہ ثالثہ)

جنگ آزادی کے دلیر سپاہی، آزادیٔ وطن کے متوالے، ذہانت کی روشنی سے منور، فطانت کا مجسمہ، ادبیات، دینیات، فلسفہ اور مختلف الگ الگ زبانوں مثلاً عربی و فارسی اردو انگریزی وغیرہ میں مہارت رکھنے والے، آزادیٔ رائے کے قائل، اعلی اخلاق کے مالک مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں، تاہم ذیل میں بطور تذکیر چند سطور قلمبند کی جارہی ہیں تاکہ صلبِ موضوع کی شناسائی بآسانی ہوسکے۔

نام ونسب: آپ کا نام آپ کے والد گرامی نے فیروز بخت رکھا، بعد میں آپ محی الدین احمد، ابوالکلام آزاد کے نام سے مشہور ہوئے، آپ کے والد کا نام مولانا خیر الدین ہے، والدہ ایک عرب خاندان کی چشم وچراغ تھیں۔

ولادت وپرورش اور تعلیم وتربیت: سرزمین حجاز میں 1888ء میں آپ کی پیدائش ہوئی، مادری زبان عربی تھی مگر ہندوستان میں نشو ونما پانے کی وجہ سے اردو زبان ہی مولانا کا ذریعۂ اظہار ٹھہری، آپکی ابتدائی تعلیم کا سلسلہ مکہ میں بڑے بھائی ابوالنصر غلام یاسین کے ساتھ شروع ہوا، اس کے بعد کلکتہ میں اساتذہ سے تعلیم حاصل کی، 1903ء میں جب ان کی عمر صرف پندرہ برس کی تھی وہ درس نظامی سے فارغ ہوگئے، اس کے بعد وہ خود درس دینے لگے، مولانا کو کم عمری ہی میں اتنی شہرت نصیب ہوگئی تھی کہ لوگوں کو یقین نہیں آتا تھا کہ یہی مولانا آزاد ہیں۔

مولانا آزاد ہمہ گیر شخصیت کے حامل تھے، جذبۂ حریت، قادرالکلامی، معاملہ فہمی اور زندگی کے حقائق کے ادراک غرضیکہ زندگی کے تمام امور میں ان کی شخصیت کی غیر معمولی عظمت ظاہر ہوتی تھی، ان کے یہاں مذہب اور قومیت کا ایسا حسین اور عجیب وغریب امتزاج تھا جس کی مثال شاید تاریخ میں آسانی سے نہ ملے، ان کا تعلق گرچہ دانشوروں کے اعلی طبقوں سے تھا اس کے باوجود انھوں نے عوام سے خود کو حیرت انگیز طور پر ہم آہنگ کر لیا تھا، محبین وطن میں مولانا کی شخصیت کسی شہزادے کی طرح تھی، وہ ایک عظیم مدبر اور عوامی قائد تھے، دانشمندی، حب الوطنی یا معاملہ فہمی غرضیکہ کسی بھی میدان میں ہمیں مولانا کا ہمسر دکھائی نہیں دیتا، مولانا کو قومی تحریک سے جوڑنے والے مہاتما گاندھی تھے، مولانا نے کانگریس کی صدارت کی باگ

دوڑ اس وقت سنبھالی جب ملک اپنی تاریخ کے نازک ترین دور سے گزر رہا تھا، اس زمانے میں مولانا کانگریس کے موقف کی وکالت انتہائی واضح الفاظ اور پختہ لہجے میں کرتے تھے، ان کے خطبات کا سننا سیاسیات و تدبر کا درس لینے کے مترادف تھا، آج جو ترقی پسندی کی فضا ہمیں دکھائی دیتی ہے اس کے بانیوں میں مولانا بھی تھے، پہلے ملک کی آزادی کی جدوجہد اور بعد میں نئے ہندوستان کی تعمیر وترقی کے مشکل مرحلے میں پنڈت نہرو کو مولانا آزاد سے بہتر رفیق ومشیر اور ان سے سچا دوست میسر نہیں ہو سکتا تھا، مولانا کی ذات ایک متوازن و مستحکم قوت تھی۔

سیاسی مشغولیات کے ساتھ مولانا کا سب سے اہم کارنامہ ان کی تفسیر ہے جو اسلامی ادب میں اہم مقام رکھتی ہے، یہ تفسیر مولانا کی علمی بصیرت ،قرآن تفہیم اور عصری مسائل کے گہرے شعور کی عکاس ہے، مولانا آزاد جہاں اپنی تفسیر میں روایتی تفسیری نکات کو شامل کرتے ہیں وہیں ان کی وضاحت میں جدید طرز فکر اور عصری تقاضے بھی شامل ہیں۔

مولانا نے اس تفسیر میں انسانی وحدت اور ہم آہنگی پر زور دیا ہے،ان کے مطابق قرآن کا پیغام تمام انسانوں کے لئے ہے نہ کہ کسی مخصوص قوم یا گروہ کے لئے۔

گویا یہ تفسیر نہ صرف قرآن کے پیغام کو سمجھنے میں مدد دیتی ہے بلکہ اسے عمل کے سانچے میں ڈھالنے کی ترغیب بھی دیتی ہے، مولانا آزاد کا یہ کارنامہ آج بھی قرآن فہمی کی دنیا میں ایک روشن مینار کی حیثیت رکھتا ہے۔

ادب کے میدان میں مولانا نے ایک شاعر کی حیثیت سے بچپن میں ہی قدم رکھا تھا، لیکن زندگی کی ہنگامہ خیزیوں نے اس طرف سے ان کا رخ موڑ دیا، پھر بھی آپ کے مکاتیب، تذکرہ اور تفسیر و دیگر صحافتی تحریروں میں بے شمار موتی بکھرے پڑے ہیں، ایک ادیب کی حیثیت سے مولانا کا مرتبہ نہایت بلند ہے، بحیثیت عالم دین ان کی تفسیر ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہے، آپ کی قلمی کاوشوں میں سے چند یہ ہیں : (1) ترجمان القرآن (2) قرآن کا قانون عروج وزوال (3) رسول رحمت (4) صدائے حق (5) ہماری آزادی (6) آزادئ ہند وغیرہ ایسی بہت ساری کتابیں لکھیں، اس کے علاوہ آپ کے زیر ادارت شائع ہونے والے اخبار و رسائل یہ ہیں ، اخبارات: (1) الھلال (2) البلاغ

رسائل: (1) لسان الصدیق

(2) نیرنگ عالم وغیرہ۔

مولانا کو مختلف زبانوں میں مہارت حاصل تھی جن میں عربی آپ کی مادری زبان تھی؛ کیونکہ آپ حجاز میں پیدا ہوئے تھے، یہی وجہ ہے کہ مولانا عربی زبان اور اس کے علم وادب پر گہری نظر رکھتے تھے، عربی زبان میں مہارت رکھنے کے باوجود آپ نے عربی میں کوئی چیز نہیں لکھی، لیکن آپ کی مختلف تصنیفات کا مطالعہ کرنے پر آپ کی تصنیفات پر عربی زبان کا اثر نظر آتا ہے۔بقول مالک رام الہلال اور البلاغ کے دور میں ان کے یہاں عربی اور فارسی کے ثقیل اور عسیر الفہم جملوں اور ترکیبوں کی بھرمار تھی، بلکہ "تذکرہ" کی زبان تو عربی اور فارسی کے ثقیل اور مغلق الفاظ، فقرے، اقوال وامثال اور اشعار وغیرہ سے بہت زیادہ بوجھل ہے، اس کے برعکس غبار خاطر میں ایک نئی دنیا نظر آتی ہے، یعنی یہاں ایک ایسا اسلوب پایا جاتا ہے جو قارئین کو زیادہ قریب محسوس ہوتا ہے اور ان کے لیے زیادہ قابل فہم ہوتا ہے۔ اس کتاب کی زبان اور اس کی تحریر میں ایک نیا، سادہ، اور واضح انداز نظر آتا ہے جو اس وقت کے روایتی ادب سے مختلف ہے۔ اس کا لہجہ پیچیدہ اور مغلق نہیں ہے، بلکہ زیادہ فہم وادراک کا حامل اور دلنشین ہے۔

صرف غبار خاطر میں مولانا نے عربی کے اکتیس(31)اشعار اور پانچ(5)مصرعے، بتیس(32) آیتیں اور احادیث کے مختلف ٹکڑے، عربی کے محاوروں کے ساتھ خالص عربی کی متعدد تراکیب کا برمحل استعمال کیا ہے، یہ کام کوئی ماہر اور عربی ادبیات پر دسترس رکھنے والا ہی کر سکتا ہے؛ کیونکہ ان کا برمحل استعمال کرنا آسان نہیں ہے بلکہ پختہ حافظہ کا متقاضی ہے، لطف کی بات یہ ہے کہ اشعار کو ان کے قائلین کی طرف منسوب بھی کرتے ہیں اور اس کے بعد شعر نقل کرتے ہیں مثلاً ایک جگہ فرماتے ہیں: گویا ابونواس والی بات ہوئی:" رق الزجاج ورقت الخمر فتشابها، فتشاكل الأمر"- یہاں پر مولانا نے ابونواس کا ذکر اس طرح کیا جیسے کہ روزانہ اس کے اشعار حفظ کرتے ہوں۔ اسی طرح ایک جگہ لکھتے ہیں: بے اختیار ابوالعلاء معری کا لامیہ یاد آ گیا" فيا دارها بالخيف،إن مزارها قريب، ولكن دون ذلك أهوال"-اگر شعر کے اخیر میں لام ہو تو اس قصیدہ کو" لامیہ "کہتے ہیں اسی طرح "سینیہ" "رائیہ"وغیرہ کہا جاتاہے۔ یہ تمام چیزیں وہی شخص جانتا ہے جسے عربی ادب کی فنی اصطلاحات کا علم مہارت کے ساتھ ہو، اس کے علاوہ مولانا نے اپنے خطوط میں اپنے دوست کو(صدیق مکرم) کے لقب سے مخاطب کیا، اسی طرح مولانا نے کئی مقامات پر" وضع الشيء في غير محله" کا بھی استعمال کیا، اسی طرح "على سبيل التعاقب والتوالي"، "لا تيئس على ما فات"، "بين الجبر والاختيار"، "ضرب على الأذان" ، " لقد أحسن من قال " ان جیسی خالص عربی ترکیبوں اور اصطلاحات کا بھی استعمال کیا، ان کے علاوہ مولانا نے خالص عربی الفاظ کو بھی اپنے نثر میں استعمال کیا ہے، مثلاً

مولانا نے اپنے سری نگر والے خط میں کہا ہے :''گل مرگ سے روانہ ہو رہا تھا کہ ڈاک آئی اور اجمل خاں صاحب نے آپ کا ''مکتوب منظوم'' حوالے کیا''۔اس میں آپ نے ''مکتوب منظوم'' استعمال کیااسی طرح مولانا نے اپنے نسیم باغ والے خط میں کہا:''لیکن پھر کچھ عرصہ کے بعد جب اس صورت حال کا''رد فعل'' شروع ہوا، تو معلوم ہو کہ معاملہ اتنا''سہل'' نہ تھا''۔ اس جملہ میں ''رد فعل''اور'' سہل '' جیسے عربی لفظ کا استعمال کیاہے۔اوراسی خط میں آگے ایک جگہ کہاہے:'' یہاں نہ ''مطلق راحت'' ہے نہ'' مطلق الم '' ہمارے تمام احساسات سرتاسر ''اضافی'' ہیں ''۔اسی طرح اور مختلف الفاظ جیسے ''احباب واعزہ''، ''اوائل حال '' ''لطف وعنایت''وغیرہ کو مختلف خطوط میں بڑی مہارت کے ساتھ بر محل استعمال کیاہے۔کسی اجنبی زبان کی کسی ترکیب اور لفظ کواس کی صحیح جگہ پر استعمال کردینے پر اسی شخص کو قدرت حاصل ہوسکتی ہے جسے اس زبان پر عبور ہو،اس کی نزاکتوں اور باریکیوں کا علم ہو۔ان تمام باتوں سے ہمیں مولانا کی عربی بصیرت کا علم ہوتاہے۔

اس بلند پایہ مصنف ، ادیب اور صاحب بصیرت رہنمانے22/فروری1958کوہمیشہ کے لئے اپنی آنکھیں بند کرلیں،وہ آفتاب جو1888ءکومکہ میں طلوع ہوا تھاوہ دہلی کے اردو پارک میں ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیامگر یہ پیغام چھوڑ گیا۔

سورج ہوں زندگی کی رمق چھوڑ جاؤں گا
میں ڈوب بھی گیاتوشفق چھوڑ جاؤں گا

حوالہ جات : غبار خاطر از ابوالکلام آزاد ، آئینہ ابوالکلام ازفاروق ارگلی

غبار خاطراور عربی ادبیات از ڈاکٹر شمس کمال انجم۔

اقوال زریں

☆محنت اور برداشت کامیابی کی کنجی ہے۔
☆عقل مند بولنے سے پہلے اور بے وقوف بولنے کے بعد سوچتاہے۔
☆بغیر عمل کے علم ایسے ہے جیسے بغیر روح کے جسم۔
☆احسان کی خوبی یہ ہے کہ اسے جتایانہ جائے۔
☆ علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے، کم نہیں ہوتا۔

عربی زبان وادب کا مروجہ تعلیمی طریقہ، ایک تحقیقی جائزہ

چاند پاشاہ شیخ اکبر (سابق طالب)

قوت گویائی، گفتار انسان کی ان منفرد خصوصیات میں سے ہے جو اسے حیوانات غیر ناطقہ سے ممتاز کرتی ہیں قرآن نے { خَلَقَ الْإِنسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ }سورۃ رحمٰن :١ -٢) کے ذریعہ اشارہ کیا ہے کہ اللہ رب العالمین نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بیان یعنی ادائے مافی الضمیر سکھایا۔ جس کی ایک اہم کڑی عربی زبان وادب ہے۔

عربی زبان کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اسے مصادر شرعیہ کی زبان ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جیسا کہ اللہ رب العالمین ارشاد فرماتا ہے{ إِنَّا أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ }سورہ یوسف-٢) اسی طرح تفسیر قرآن ،احادیث مبارکہ ،اصول و قواعد اور فقہ و بلاغت غرضیکہ کہ تقریباً جملہ قواعد و احکام شریعت اور مبادئ دین کی حفاظت وارتقا اور ترویج واشاعت میں عربی زبان کا اہم رول اور کردار رہا ہے۔ قرآن وحدیث کے لیے اس زبان کا انتخاب من عند اللہ اس زبان کی جامعیت، اہمیت، خصوصیت اور ابدیت پر غمازی کرتا ہے۔ بڑی ناسپاسی ہو گی اگر اس کی اہم خصوصیات کو سپرد قرطاس نہ کیا جائے۔

عربی زبان یوں تو اپنے وجود کے روز اول ہی سے لاثانی صفات کی حامل تھی لیکن قرآن مجید نے اس زبان کے اسلوب وادب میں فکر کی حریت، نظر کی وسعت، تخیل کی پاکیزگی، روح کی بالیدگی اور بلا کی جاذبیت کے عطیات سے اس کے حسن میں دوبالگی پیدا کر دی۔اس کے سامعہ نواز الفاظ، بلیغ پیرایۂ بیان، دل آویز تراکیب، دلکش تعبیرات، وقیع صوتی اثرات، جاذب نظر الفاظ، معنی خیز عبارت اور ادائیگی کی سلاست وغیرہ دیگر زبانوں کے بالمقابل نہایت موثر ہوتے ہیں۔

عربی گرامر کا ثبات و حقانیت، اعراب کی لطافت، بیان کی نزاکت، اعجاز وایجاز میں فصاحت و بلاغت، مترادفات کی کثرت، حکم وامثال کی جامعیت، اور مشترک المعانی الفاظ کی کثرت وغیرہ اس کی اہم خصوصیات کے تحت آتے ہیں۔ (مأخوذ از: عربی ادب کی تاریخ جلد اول ڈاکٹر عبد الحلیم ندوی صفحہ 72)

عربی زبان کی یہی بے مثال خوبیاں تھیں جن کی وجہ سے سرداران قریش باہر سے آنے والے عربوں کے کانوں میں قرآن کی بھنک بھی نہ پڑنے دیتے تھے کہ مبادا اس کی سحر طرازی کی وجہ سے اسلام لے آئیں۔اور ان خصوصیات کی ہی دین ہے کہ جس کی وجہ سے عربی اپنے وسیع اور دلکش ادبی فنی زبان کے قالب میں تاحال زندہ وتابندہ ہے کہ اس کو دبانے کی مختلف کاوشوں کے باوجود اس کے اثر و رسوخ اور ہمہ گیری میں کوئی کمی نہیں آئی۔

محترم قارئین: یہ ایک مبنی بر حقیقت امر ہے کہ جب سے اسلام کی کرنیں عرب سے اٹھ کر عجم پر پڑنے لگیں اور عجم مشرف بہ اسلام ہونے لگے اور جوں جوں اسلام کا دائرہ وسیع ہوتا گیا اسی وقت سے اسکے قواعد وضوابط کی ترویج واشاعت شروع ہوگئی، جس عظیم کام کا بیڑا بقول راجح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایماء پر ابوالأسود الدولي نے اٹھایا۔ بعدہ یہ سلسلہ چلتا رہا پھر نشیب وفراز سے گزر کر اس پر تصحیح و تنقیح کا کام بھی ہوتا رہا اور نصف صدی کے اواخر میں علماء ہند نے بھی اس کی تعلیم و تعلم میں خاصا رول ادا کیا اور زمانہ واحوال کے مطابق یہ زبان تمام مراحل سے گزرتے ہوئے ہم تک پہنچی۔ متقدمین اسے صحیح اور عمدہ نہج پر چلا کر کامیاب ہوتے چلے گئے لیکن اب عصر حاضر میں اور دور جدید میں یہ زبان قدرے رو بزوال ہے۔ جس کا بنیادی عامل اور سبب ہمارے مروجہ تعلیمی طریقہ کار میں پائی جانے والی خامیاں اور اہل زبان و مسلمانوں کی بے رخی ہے۔

آیئے اس کے زبوں حالی کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہیں۔

(1) نحوی و صرفی قواعد کی تحلیل کا فقدان:- علمائے نحو کا یہ مقولہ "النحو فى الكلام كالملح فى الطعام " اور علمائے صرف کا یہ کہنا " الصرف أم العلوم والنحو أبوها" مبنی بر حقیقت ہے لیکن حیرت انگیزی کا عالم تو دیکھئے کہ آج طلباء عربی زبان و ادب اور اسکے اُصول و قواعد کا نام سنتے ہی مبہوت ہو جاتے ہیں اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ انھیں نحوی اور صرفی قواعد تو طوطے کی طرح رٹا دیا جاتا ہے لیکن عملی تطبیق سے کوسوں دور رہتے ہیں اس میں طلبہ واساتذہ دونوں برابر کے حصہ دار ہیں۔ گویا "زبانی جمع خرچ ہے" اور بس۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طلبہ عالمیت وفضیلت کے مرحلے میں قدم رکھتے ہیں اور حال یہ ہوتا ہے کہ صحیح ڈھنگ سے عبارت خوانی پر قدرت نہیں رکھ پاتے۔ ظاہر سی بات ہے

جب بنیاد میں خرابی ہو تو عمارت میں خلل واقع ہونا لازمی امر ہے۔

(2) مشق و تمرین سے لاپرواہی:- اگر ہم اپنے عربی مدارس کے نصاب تعلیم میں مقرر کتابوں کا جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ ابتدائی کتب تو مشق و تمرین سے قدرے لبریز تو ہوتی ہیں جو کسی حد تک مفید ہے مگر جہاں اصل اور معیاری کتابوں کی تدریس کا آغاز ہوتا ہے اور جس میں مشق و تمرین کی اشد ضرورت ہوتی ہے وہاں ہماری کتابوں پر دلکش الفاظ کی قلعی تو رہتی ہے لیکن ساتھ ہی بہترین مشق و تمرین کی عدم موجودگی کا زنگ بھی چڑھا نظر آتا ہے جو نہایت ہی خسارے کا باعث ہے۔ نیز اساتذہ دوران مشق بطریق آخر جملہ سازی کا نہ خود اہتمام کرتے ہیں اور نہ طلباء کو مکلف بناتے ہیں۔ بس ہنگامی طور پر چند مثالیں دیکر نکل جاتے ہیں، بعینہٖ یہی حال انشاء کے طریقۂ تعلیم کا ہے۔

(3) اردو شروحات پر تکیہ کر کے بیٹھ جانا:- یہ بڑے ہی افسوس کی بات ہے کہ جب سے ان اردو شروحات کا سلسلہ شروع ہوا تب سے طلبہ اور اساتذہ عربی حواشی، ما بین السطور اور عربی شروحات سے مستغنی ہو گئے حالانکہ اردو شارح بسا اوقات تین چار صفحات کالے کرنے کے باوجود بات کو سمجھانے سے قاصر رہتا ہے جب کہ وہی بات ما بین السطور، حواشی اور عربی شروحات میں دو جملوں میں مختصر مگر جامع انداز میں موجود ہوتی ہے۔ جو کم وقت، کم محنت میں بغیر مغزماری کے حاصل ہو جاتی ہے۔

(4) نصابِ مقرر کی ناہمواری:- عربی زبان و ادب میں مقرر کردہ کتابوں کا اگر بغور جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ کتابیں یا تو صرف نثر سے پر ہوتی ہیں یا فقط اشعار کی کثرت و تفریط کا شکار، اور اعتدال کالعدم ۔ مزید برآں کتابیں قدیم نصاب تعلیم کی روش پر قائم ہیں تجدید نصاب اور اس پر نظر ثانی کی کسی کو فکر لاحق نہیں ہوتی کہ طلباء کے حق میں کونسی کتابیں افادہ اور استفادہ کے اعتبار سے کتنی زیادہ مفید ہیں۔

(5) کہنہ مشق، تجربہ کار معلم فراہم نہ کرنا:- عربی مدارس کا ایک المیہ یہ بھی ہے کہ یہاں عربی زبان و ادب کے ماہر، کہنہ مشق اساتذہ کا فقدان ہے۔ ذمہ داران خلوص پر فلوس کو ترجیح دے کر نونہال امت کے تئیں لاپرواہی برت رہے ہیں اور عربی زبان و ادب کے تئیں بے رغبتی اور

سوتیلے پن کا سلوک کررہے ہیں۔ بھلادرخت بے بر کیسے پھل دے سکتاہے۔

(6) تدریس بزبان اردو:- عربی زبان و ادب کے ساتھ یہ بھی بڑاالمیہ ہے کہ علوم تو بزبان عربی ہیں، لیکن ان کی تعلیم و تدریس کو اردو کے حوالے کر دیا جاتاہے جبکہ یہ مسلم ہے کہ اردو زبان عربی زبان کے اسالیب و تعبیرات کو کما حقہ ادا کرنے سے قاصر ہے،ہاں بعض مشکل تعبیرات کے افہام و تفہیم میں اس سے مدد لینے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن طلبہ کو اس کا مکمل عادی بنادیا جائے یہ تو عربی زبان وادب کی تدریس کے اصول و منہج کے خلاف ہے۔

(7) بسہولت اردو شروحات کی فراہمی: بڑے افسوس کا مقام ہے کہ آج عربی مدارس میں اردو شروحات کا رواج عام ہو رہا ہے — طلبہ عربی عبارت و الفاظ کو عربی شروحات کے ذریعے حل کرنے کے بجائے اردو شروحات کا سہارا لیتے ہیں، ہلکی سی ہلکی عبارت کو اپنے ذہن ودماغ سے حل کرنے کے بجائے اردو شرح سے ترجمہ کر لیتے ہیں جس کا اثر یہ ہوتاہے کہ فراغت کے بعد بھی چھوٹی سے چھوٹی کتاب کی تدریس کے وقت ان ہی شروحات کا سہارا لیتے ہیں بطور نتیجہ اسکا اثر طلبہ پر بھی پڑتاہے کہ وہ ان عبارتوں کو اپنے ذہن ودماغ سے حل نہیں کرپاتے ہیں اور یہ سلسلہ نسلا بعد نسل جاری و ساری رہتاہے۔یقین مانیئے یہ خطرناک رسم طلبہ کی صلاحیت سازی سے زیادہ صلاحیت سوزی کا کردار ادا کررہی ہے۔گویا کہ { وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا } کی عکاس ہے۔ نتیجہ دس سال کی محنت بے سود وبے فائدہ اور مزید ناکامی کا غم۔

(8) عربی ماحول کا عملی فقدان:- تعجب خیز امر ہے کہ ہم نے عربی زبان کو فقط عربی کتاب کی عبارت خوانی کا ذریعہ سمجھ لیا، اور اس کو بس درسگاہ، کلاس روم اور کتابوں کی حد تک محدود کرلیاہے۔بقیہ دیگر اوقات مثلا تفریح اور کھیل کود وغیرہ کے اوقات میں عربی زبان کے استعمال کا اہتمام نظر نہیں آتا۔عربی زبان بالکل مفقود نظر آنے لگی ہے اور عملا عربی ماحول پیدا کرنے کی کسی کو توفیق نہیں ہوتی، الا ماشاءاللہ۔

(9) عربی زبان کو ثانوی حیثیت دینا:- یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ آج ہمارے عربی مدارس کا حال یہ ہے کہ یہاں تعلیم عربی، کتابیں عربی ہونے کے باوجود عربی کو ثانوی درجہ دے کر سوتیلے پن کا

معاملہ کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ سرکلر، گوشوارہ اور نوٹس بورڈ پر آویزاں نوٹس اور اعلانات وغیرہ کا اردو میں پایا جانا اس کا واضح ثبوت ہے۔ سچ کہا ہے کہ "اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے"۔

(10) الفاظ قرآنی پر گہرائی و گیرائی سے رسائی کی سعی نہ کرنا:۔۔قرآن کریم کی ہی وہ فصاحت آمیز اور بلاغت سے لبریز عربی ہے جس کے سامنے بڑے بڑے فصحاء، بلغاء، ادباء اور شعراء گھٹنے ٹیک کر عجز کا اظہار کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ لیکن آج ہمارا حال یہ ہے کہ ہم اس کی فصاحت و بلاغت میں غور و فکر تو دور کی بات اسکے الفاظ و معانی کے عمق تک بھی رسائی حاصل کرنے کی زحمت نہیں کرتے جب کہ تمام علوم شرعیہ اصلیہ و فرعیہ، عالیہ و آلیہ کا اصل منبع و سرچشمہ تو قرآن و حدیث ہی ہے۔

ہمارے درس و تدریس میں نہ تو اس کی فصیح و بلیغ تعبیرات کا اہتمام ہے اور نہ اسکے پر مغز، معنی خیز الفاظ کے استعمال کا ذوق و شوق ذرا غور کیجئے کہ جب اصل سے ہی صرف نظر کر لیا جائے تو کیا باقی رہ جائے گا۔؟

(11) قدیم وجدید محقق عربی رسائل و جرائد سے استغنائیت:۔ طلبہ کے اندر عربی زبان و ادب کی مہارت پیدا کرنے کے لئے عربی جرائد رسائل بڑی اہمیت کے حامل ہیں بلکہ عصر حاضر میں اس کی اہمیت دگنی ہو جاتی ہے، اس لئے کہ ان میں جدید عربی الفاظ پر مشتمل روز مرہ کی معلومات کو اچھے قلمکاروں کی تعبیرات اور اسالیب کے ذریعے پیش کیا جاتا ہے، لیکن ہم ہیں کہ ان سے دن بدن کنارہ کش ہوتے چلے جا رہے ہیں جو ہمارے لئے اور ہمارے منبع اسلام قرآن وحدیث کی زبان عربی کے لئے باعث مضرت ہے۔ افسوس کہ اساتذہ بھی اس جانب طلباء کی توجہ مبذول نہیں کراتے اور ان کے مطالعہ پر نہیں ابھارتے۔

(12) سالانہ تدریسی نصاب کی مقدار:۔اگر عربی زبان و ادب کی مقرر کردہ مقدار نصاب کی بات کی جائے تو یہ امر بھی تقریباً افراط و تفریط کا شکار ہے کبھی تو مقدار اتنی وافر ہوتی ہے کہ جس کا سال بھر کما حقہ احاطہ نہیں ہو پاتا یا پھر اتنی کم مقدار کا تعین ہوتا ہے کہ اس سے خاطر خواہ استفادہ نہیں ہو پاتا اس پر طرہ یہ کہ ارباب مدارس کا بنیادی مطمح نظر متعینہ مقدار کو کسی طرح پایۂ تکمیل تک پہونچا نا ہوتا ہے، اور اس میں کوئی کمی بیشی ان کے لیے قابل قبول نہیں۔ معتدل و متوسط نصابی مقدار کی تشکیل کا داعیہ ارباب مدارس میں نہیں پایا جاتا جس

کی وجہ سے عربی زبان وادب کے ضمن میں کی جانے والی اچھی سے اچھی کوششیں اور تجاویز سرد خانے میں ہی پڑی رہتی ہیں۔

غرضیکہ یہ اور ان جیسے اور بھی بہت سے اسباب ہیں جن کی بنا پر ہمارے عربی مدارس میں عربی زبان و ادب آئے دن پستی کا شکار ہوتا جارہا ہے۔

(13) عربی زبان وادب کی بہترین تعلیم کا لائحۂ عمل:-

اس موضوع کے لائحۂ عمل سے متعلق شیخ عزیر شمس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ :"خوداساتذہ بھی تواپنے آپ کوکامل اور مکمل تصور کرتے ہیں وہ خود کو کسی توجیہ یا تربیت کا محتاج نہیں سمجھتے۔ منتظمین کو صرف مال کی فراہمی، مدرسے کی تشہیر،اور عمارتوں کی تعمیر کی فکر رہتی ہے۔ طلباء سے ان کا کوئی ربط نہیں ہوتاان کے تعلیمی مسائل سے وہ بالکل نابلد و ناآشناہوتے ہیں۔

عربی زبان وادب کی تعلیم کو بہتر بنانے کیلئے ہمارے لئے کون سالائحۂ عمل کارگروکامیاب ثابت ہوسکتاہے۔

اس کی درستگی کے لیے مندرجہ ذیل چیزیں ضروری ہیں:

بنیادی اسباب پر ارتکاز،ماہرین فن، تجربہ کار، کہنہ مشق اور کوہ کن اساتذہ کا انتخاب، نحوی و صرفی قواعد کی تحلیل وترکیزاور تطبیق کاالتزام، عربی شروحات کا استعمال،اردو تراجم و شروحات سے اجتناب، معتبر ،جدید، محقق،صلاحیت خیز،اورفصاحت و بلاغت سے لبریز اور آراستہ و پیراستہ عربی مجلات وجرائد ورسائل کاانتظام،دوران درس وتدریس بطور شواہدوامثال قرآن وحدیث کے فصیح و بلیغ الفاظ وتعبیرات کا اشتراک،اسی طرح مشق وتمرین کی جانب خصوصی عنایت و مواجہت، محض کتابی تعبیرات و عبارت پر عدم قناعت،الفاظ قرآن و حدیث پر مع گہرائی و گیرائی کے کلی مہارت،اور قبل از درس عبارت خوانی کی عادت وغیرہ وغیرہ۔مذکورہ بالا چیزوں پر خصوصی توجہ دے کر عربی زبان وادب کی تعلیم دی جائے تو ان شاءاللہ ضروربضرور عربی زبان وادب کی تعلیم میں بہتری آسکتی ہے اور طلبہ خوب خوب مستفید ہو کراس میدان میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔

رپورٹ برائے ثقافتی مقابلہ

ڈاکٹر منظور احمد مدنی   شیخ محمد شاہ نواز مدنی   شیخ عمر نصیف محمدی

جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں اپنے طلبہ و طالبات کی تعلیمی نشو نما، اخلاقی اقدار کی رفعت و پاکیزگی، تقریر و تحریر کی سربلندی و سحر انگیزی، نئے منصوبے بنانا اور مسلسل غور و خوض کرتا اور اس کی تنفیذ کرتا رہتا ہے، کلیۃ اللغۃ العربیہ و الدراسات الاسلامیہ جو جامعہ کا اہم شرعی تعلیمی ادارہ ہے، جہاں تفسیر و حدیث، عقیدہ و فقہ، لغت و نحو، اور ادب و بلاغہ کی بہترین زیورِ تعلیم سے بچوں کو آراستہ کیا جاتا ہے نیز خارجی لکچرز و انعامی مقابلوں کے ذریعہ ان کی خوابیدہ صلاحیتوں کو مزید نکھارنے اور پروان چڑھانے کی کوشش کی جاتی ہے، مندرجہ ذیل میں کلیہ ھذا کے تعلی سال 2025/2024 کی اہم سرگرمیوں کو پیش کیا جارہا ہے۔

بتاریخ 14 نومبر 2024، بروز جمعرات، کلیۃ اللغۃ کے کانفرنس ہال میں طلبہ کے لیے ایک شاندار مسابقۂ ثقافیہ کا انعقاد کیا گیا۔ اس منفرد مسابقے میں تمام سوالات آبجیکٹیو نوعیت کے تھے۔ سوالات کے کل تعداد 50 تھی اور ان کے لیے 50 منٹ کا وقت مقرر کیا گیا تھا۔ اس پرچہ میں 20 سوالات سیرت النبی ﷺ پر مشتمل تھے۔ 10 سوالات موجودہ حالات (کرنٹ افیئرس) پر، 05 سوالات کمپیوٹر پر اور 15 سوالات ذہنی استعداد (مینٹل ایبلیٹی) پر تھے۔ مسابقہ میں مشارکین کی کل تعداد 139 رہی۔ 09 طلبہ نے 80 سے زیادہ نمبر حاصل کیا، 13 طلبہ 70 اور اس سے زیادہ نمبرات حاصل کئے، 44 عدد طلبہ 50 اور اس سے زیادہ نمبرات حاصل کئے، جبکہ 43 طلبہ نے 40 اور اس سے زیادہ نمبرات حاصل کئے اور 30 طلبہ نے 40 سے کم نمبرات پائے۔

یہ مسابقہ اپنی نوعیت کا پہلا ایسا منفرد مقابلہ تھا جس میں سیرت النبی ﷺ کے علاوہ دیگر متنوع موضوعات جیسے کرنٹ افیئرز، کمپیوٹر، اور ذہنی استعداد پر بھی سوالات شامل کیے گئے تھے۔ اس سے قبل کے مسابقے عموماً صرف سیرت النبی ﷺ اور حصن المسلم جیسے موضوعات تک محدود رہے تھے۔

مسابقے کے انعقاد سے طلبہ میں بے حد جوش و خروش اور دلچسپی دیکھنے میں آئی۔ طلبہ نے نہ صرف اس نئے طرز کے سوالات کا سامنا کیا بلکہ ان کو حل کرنے کی بہترین صلاحیت کا بھی مظاہرہ کیا۔ یہ تجربہ طلبہ کی علمی، فکری اور ذہنی استعداد کو بڑھانے کا مؤثر ذریعہ ثابت ہوا۔

مسابقۂ ثقافیہ نے طلبہ کو نہ صرف تعلیمی میدان میں اپنی مہارت دکھانے کا موقع فراہم کیا بلکہ انہیں مختلف شعبوں کے متعلق مزید آگاہی اور فکری پختگی بھی دی۔ آئندہ بھی ایسے متنوع مسابقے منعقد کرنے کی امید ہے تاکہ طلبہ کی علمی صلاحیتوں کو مزید اجاگر کیا جاسکے۔

کلیہ میں نبراس پروگرام کا انعقاد

ڈاکٹر منظور احمد مدنی
شیخ محمد شاہنواز مدنی
شیخ عمر نصیف محمدی

جامعہ محمدیہ ایجوکیشن سوسائٹی کے زیرِ انتظام کلیۃ اللغۃ العربیہ والدراسات الاسلامیہ میں 17 نومبر 2024 کو نبراس پروگرام کا انعقاد ہوا۔ اس موقع پر محترم ڈاکٹر عرفان شاہد حفظہ اللہ کے تین محاضرات منعقد کیے گئے، جن کی صدارت عمید الکلیہ، محترم ڈاکٹر خورشید اشرف اقبال نے کی۔ پروگرام کا آغاز تلاوتِ قرآن پاک اور حمد و نعت سے ہوا۔

محاضرات کے موضوعات اور خلاصہ:

1. "انسانی دنیا کی ارتقا میں مسلمانوں کے کارنامے":

ڈاکٹر عرفان شاہد نے مسلمانوں کی علمی اور تہذیبی خدمات کو اجاگر کیا، جنہوں نے قرآنی اصولوں اور سیرتِ نبوی کی روشنی میں دنیا کو علم و ترقی کی راہوں پر گامزن کیا۔ آپ نے اس تعصب کو بے نقاب کیا جو مسلمانوں کے اس سنہرے دور کو نظر انداز کرتا ہے۔

2. "عالمی معاشی مسائل اور اسلام":

محاضر موصوف نے اسلامی معیشت کے اصولوں اور دولت کی منصفانہ تقسیم پر روشنی ڈالی۔ آپ نے موجودہ عالمی معاشی بحران کے اسباب بیان کیے اور اسلامی اصولوں کے ذریعے ان مسائل کا حل پیش کیا۔

3. "شخصیت سازی"

طلبہ کی درخواست پر اضافی محاضرہ پیش کیا گیا، جس میں ڈاکٹر عرفان شاہد صاحب نے شخصیت کی تعمیر کے اصولوں پر روشنی ڈالی اور طلبہ کو اپنی صلاحیتوں کے بہتر استعمال کی ترغیب دی۔

اختتامیہ:

یہ پروگرام طلبہ کی علمی و فکری ترقی کا باعث بنا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان محاضرات کو ہمارے لیے علم و عمل کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

کلیہ میں ہفتہ ثقافت 2024

ڈاکٹر منظور احمد مدنی
شیخ محمد شاہ نواز مدنی
شیخ عمر نصیف محمدی

کلیہ اللغۃ العربیہ میں ہر سال منعقد ہونے والا ہفتہ ثقافت طلبہ کی علمی، ادبی، اور تخلیقی صلاحیتوں کے اظہار کا ایک یادگار موقع فراہم کرتا ہے۔ اس سال 14 دسمبر 2024 کو ہفتہ ثقافت کا آغاز ہوا، جس میں طلبہ نے بھرپور جوش و خروش کے ساتھ حصہ لیا۔

اہم سرگرمیاں اور جھلکیاں:

1. مسابقہ قرات:

ہفتہ ثقافت کا باوقار آغاز مسابقہ قرات سے ہوا، جس میں 62 طلبہ نے اپنی سریلی آوازوں میں قرآن مجید کی تلاوت کی۔ روحانی ماحول سے لبریز اس تقریب نے سامعین پر گہرا اثر چھوڑا۔

2. برجستہ خطابت (اردو و عربی):

اردو اور عربی زبان میں مختلف درجات کے طلبہ کے درمیان خطابت کے مقابلے ہوئے، جن میں طلبہ نے اپنی فکری گہرائی اور زبان دانی کا شاندار مظاہرہ کیا۔ اردو میں تقاریر علم و حکمت کے موتیوں سے مزین تھیں۔

3. تخلیقی صحافت (اردو و عربی):

تخلیقی صحافت کے مقابلوں میں طلبہ نے اردو اور عربی میں اہم موضوعات پر اپنی تحریری صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا۔ نمایاں موضوعات میں اسلامی حدود و تعزیرات کا کردار، انکار حدیث کی نئی شکلیں، اور سیدنا معاویہ کی حکومت کے امتیازات شامل تھے۔

4. حسن تعبیر اور بیت بازی:

حسن تعبیر کے مقابلے میں طلبہ کو غیر متوقع عناوین پر تحریر کرنے کا موقع دیا گیا، جو ان کی تخلیقی صلاحیتوں کو مزید نکھارنے کا ذریعہ بنا۔ بیت بازی کے انفرادی اور اجتماعی مقابلوں میں طلبہ نے اردو ادب کی خوبصورتی کو اجاگر کیا۔

5. تمثیلی مشاعرہ:

ہفتہ ثقافت کے اختتامی دن تمثیلی مشاعرہ کا انعقاد ہوا، جس میں 21 طلبہ نے اپنی شاعری پیش کی۔ یہ تقریب طلبہ کے تخلیقی جذبے اور شاعرانہ صلاحیتوں کی عکاس تھی۔

اختتامیہ:

ہفتہ ثقافت 2024 نے 90 فیصد طلبہ کی شرکت کے ساتھ ایک مثالی روایت قائم کی۔ یہ ہفتہ طلبہ کی علمی ترقی، خود اعتمادی، اور تخلیقی فکر کو پروان چڑھانے میں ایک اہم سنگ میل ثابت ہوا۔ طلبہ نے جس جوش و ولولے سے حصہ لیا، وہ ان کے روشن مستقبل کی ضمانت ہے۔ یہ ہفتہ ثقافت تعلیم و تربیت کے ایک تابناک باب کے طور پر ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

علمی محاضرہ (آرٹیفیشیل انٹلیجنس) 21/دسمبر 2024ء

ڈاکٹر منظور احمد مدنی
شیخ محمد شاہ نواز مدنی
شیخ عمر نصیف محمدی

جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں کے موقر صدر جناب ارشد مختار حفظہ اللہ طلبہ کے علمی مستوی کو پروان چڑھانے کے لیے ملک اور بیرون ملک سے مختلف علون وفنون کے ماہر و متخصص افراد کو جامعہ محمدیہ مدعو کرتے رہتے ہیں اور طلبہ علم کے علمی تشنگی کو بجھانے کے لیے ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں. اس کی ایک کڑی 21 دسمبر 2024ء کو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے ایک مایہ ناز شخصیت اور اپنے فن کے ممتاز پروفیسر ڈاکٹر راشد علی حفظہ اللہ کو علمی محاضرہ کے لیے جامعہ مدعو کیا گیا . کلیہ اللغۃ العربیۃ والدراسات الاسلامیۃ کے سیمینار ہال میں پروگرام منعقد ہوا. جس میں نظامت کا فریضہ فضیلۃ الشیخ علی محمد محمدی مدنی نے انجام دیااور بزم کا آغاز طالب علم عبد المقتدر کے تلاوت قرآن کریم سے ہوا. معزز مہمان کا استقبال اور جامعہ کا نہایت مختصر تعارف طالب علم انضمام الحق نے پیش کیا اور محاضر کا مختصر تعارف اور موضوع کی اہمیت پر عمید الکلیہ فضیلۃ الدکتور خورشید اشرف حفظہ اللہ نے روشنی ڈالی.

اس کے بعد محاضر جناب ڈاکٹر راشد علی صاحب نے **آرٹیفیشیل انٹلیجنس** کی وضاحت مدلل انداز میں پاور پوائنٹ کے توسط سے کیا. مستقبل میں **آرٹیفیشیل انٹلیجنس** کے استعمال کی کثرت اور اسکے فوائد کو بیان فرمایا، تو دوسری طرف اس سے ہونے والے نقصانات کے خدشات کے پہلوؤں کو اجاگر کیا

اللہ تعالی رئیس الجامعہ اور ادارہ کے تمام ذمہ داران کی کاوشوں کو قبول فرمائے اور محاضر کو جزائے خیر سے نوازے جنہوں نے اپنا قیمتی وقت دیااور طلبہ کو جدید موضوع پر ایک علمی محاضرہ سے محظوظ کیا. آمین

إجلال العلم ومقتضاه

أبوطاهر ولي الله شيخ (الصف السادس)

قف يا أخي طالب العلم! إلى أين تقصد؟ أنسيت مهمتك؟ كيف تنسى وأنت طالب لميراث النبوة. أنسيت أن من يتلقى هذا العلم يكن وارثا للأنبياء. أ نسيت أن من في السماوات والارض يدعون له، أ نسيت أن الملائكة لتضع له أجنحتها رضا لصاحبه، فلماذا لا تعتني به، ألا ترى أن التاجر مثلا يهتم بشغله ويبذل كل جهده لنيل مرامه فطالب العلم أجدر أن يسعى لهدفه. فيا سالك طريق الجنة إلى متى ترتكب الذنوب والمعاصي وتسخط ربك؟

إلى متى يمشي هكذا؟؟؟

فاجتنب كل أنواع الكسل يا طالب العلم. وعليك أن تطهر قلبك و على قدر طهارة القلب يفيد بالعلم. فكلما ازداد تطهيره ازداد صلاحه للعلم، لأن العلم جوهر نفيس عظيم لطيف من الله لا يصلح إلا للقلب النظيف المطمئن بذكر الله. فمن أراد حيازة العلم فليطهر باطنه من النجاسة سواء أكانت نجاسة الشبهات أو الشهوات عملا بقول النبي صلى الله عليه وسلم : إن الله لا ينظر إلى صوركم وأموالكم ولكن ينظر إلى قلوبكم وأعمالكم (صحيح مسلم)

وعليك ان تخلص نيتك لله مع تطهير القلب في حصول العلم. لأن الإخلاص في الأعمال أساس قبولها. والمرء ينال العلم على قدر إخلاصه. ومن ضيع الإخلاص فاته علم كثير وخير وفير لقول أفضل البرية نبينا صلى الله عليه وسلم : إنما الأعمال بالنيات وإنما لكل امرئ ما نوى.(رواه البخاري)

وبعد هاتين الخصلتين يجب عليك ثالثهما وهو الصبر والتحمل والجلد ولزوم التأني والتأسي والتدرج في حصول العلم وترك العجلة . وكيف لا تصبر وأنت في طريق الجنة،إذ كل أمر جليل من الأمور لا يدرك إلا بالصبر، ألا ترى أن الشجرة التي تأخذ وقتا أطول للنماء لتعطي ثمارها لمدة عديدة. فمثلا شجرة الموز تستغرق عدة أشهر لتثمر فتموت بعد إثمار واحد وأما شجرة النخيل فتستوعب العديد من السنوات للتطور والنماء لكن تثمر لزمن طويل . فعليك الصبر في طريق العلم في تحمله وتلقيه وفي تبليغه إلى أهله.

قال تعالى: إنما يوفى الصابرون أجرهم بغير حساب(سورة الزمر). زيادة الصبر في مجال العلم تقتضي زيادة الأجر. فعليك يا أخي الكريم ان تتخلق بهذه الخصائل الحميدة السامية المتعلقة بطلب العلم حتى تفوز في الدنيا والآخرة. لأن هذه الثلاث يعني أساس حيازة العلم النافع، و بدونها يصبح العلم مجرد معلومات لا تؤثر في القلوب ولا تصلح النفوس . لذا علينا أن نعتني بها و نجعلها جزءا أساسيا من حياتنا.

Education is not just gain of knowledge:

Enjamamul Hogue(B.A Final)

The thing makes man different from all creatures in this world، is his brain. By which he can think about new ideas. He collects information's by his senses like his eye، ear، skin or tongue etc. from the nature or environment he lives in. Then analyses the information he gained. After that he gets a new idea through those information. Information's expand men's brain، make it able to distinguish between right and wrong and make him understand the situations، incidences and phenomenas. Since we connected us with study، we learn a lot of subjects like interpretations of Al-Quran and hadeeth، Fiqh، Islamic history، Arabic language،grammar، literature and other subjects. We study all of these for only main purpose that is، our brain can be developed and increased as it can think about right things on properly to understand the facts as these are and apply of all these in various aspects of life. This is called actual education and this is expected from all of us. Proper education teaches us where to speak، how to speak and where not to speak. Also helps us

understand our actual position and roll in this world. Proper education helps us to be aware that، other frivolous emotions can make an impression on our brain and mind. Also helps us make different between emotion and logic. In many times people describe various kinds of incidences، about someone's character or conversations between two persons. But the describer mix-up some other things like emotions، posture of narration that can change the actual theme of that incident.

Here the educated mind plays the main role to distinguish between the actual appearance of the incident and appendant. And all of these are possible if information's and things we learn and gain during the study، functionate properly and develop our mind. Otherwise the information's and things we learn will be of no account، meaningless، futile and waste material scattered in our brain.

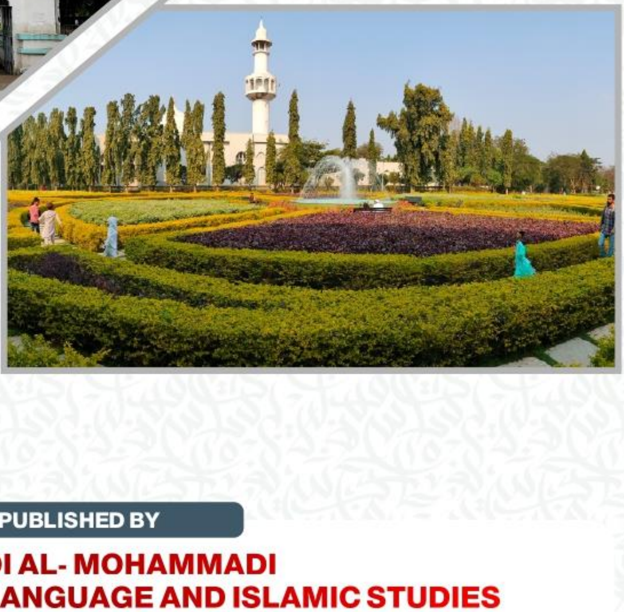
كلية اللغة العربية
والدراسات الإسلامية

الجامعة المحمدية

STUDENT`S
MONTHLY MAGAZINE FEBRUARY - 2025

Majallah Al-Nadi





PUBLISHED BY

AL- NADI AL- MOHAMMADI
COLLEGE OF ARABIC LANGUAGE AND ISLAMIC STUDIES

Jamia Mohammadia Mansoora P.B. No.144,
Malegaon 423203, Nashik District, Maharashtra, India.